اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالِمِ ربانی مُحدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

فروری ۲۰۲۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۳۱	رجب المرجب ۱۴۴۴ھ / فروری ۲۰۲۳ء	شمارہ : ۲

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ 40 روپے......سالانہ 500 روپے	''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال	اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2 7914 -00954-020-100
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 25 امریکی ڈالر	مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر	جازکیش نمبر : 0304 - 4587751
امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر	رابطہ نمبر : 0333 - 4249302
جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس	جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051
www.jamiamadniajadeed.org	خانقاہ حامدیہ : 042 - 35399052
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	موبائل : 0333 - 4249301
darulifta@jamiamadniajadeed.org	دارُالافتاء : 0321 - 4790560

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۶
تبلیغ کا آغاز	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ؒ	۱۱
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ	۱۹
رحمٰن کے خاص بندے (قسط : ۸)	حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری	۲۵
استخارہ ..... متعلقات ومسائل	حضرت مولانا مفتی محمود زُبیر صاحب قاسمی	۲۹
فضیلت کی راتیں (قسط : ۱)	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۹
اتحادو اِتفاق کی برکات		۴۷
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی ؒ کی سندِ حدیث .... اہمیت اور تحقیق	مولانا محمد معاذ صاحب لاہوری	۵۴

تقریب ختمِ بخاری شریف و دستار بندی

۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۴ھ/۱۲ فروری ۲۰۲۳ء بروز اتوار جامعہ مدنیہ جدید میں ''ختم بخاری شریف و دَستار بندی'' کی پُر وقار تقریب اِن شاء اللہ بعد نمازِ ظہر دوپہر دو بجے منعقد ہوگی اس مبارک موقع پر شرکت فرما کر برکات سے مستفیض ہوں

الداعی اِلی الخیر

سیّد محمود میاں غفرلہٗ و اَراکین و خدام جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِذَا کَانَ اُمَرَاؤُکُمْ خِیَارَکُمْ وَ اَغْنِیَاؤُکُمْ سُمَحَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَھْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِھَا وَ اِذَا کَانَ اُمَرَاؤُکُمْ شِرَارَکُمْ وَاَغْنِیَاؤُکُمْ بُخَلَاءَ کُمْ وَ اُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَائِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَھْرِھَا .[1]

''جب تک تمہارے حکمران نیکی اور تقویٰ میں سب میں ممتاز رہیں گے اور تمہارے مالدار تم میں سب سے بڑھ کر (قومی اور حاجتمندوں کی ضرورتوں پر) خرچ کرتے ہوں گے تو زندہ رہنا موت سے بہتر ہوگا ! اور جب تمہارے حکمران تم میں سب سے بڑھ کر شریر (اور بدتر) ہوں گے اور تمہارے مالدار (قومی اور حاجتمندوں کی ضرورتوں پر خرچ کرنے میں) سب سے بڑھ کر بخیل (و کنجوس) ہوجائیں گے اور تمہارے (اکثر اجتماعی اور اِنفرادی) معاملات تمہاری عورتوں کے حوالے ہوجائیں گے تو مرجانا تمہارے لیے زندہ رہنے سے بہتر ہوجائے گا''

[1] ترمذی شریف ابواب الفتن رقم الحدیث ۲۲۶۶

اس حدیث شریف کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اچھے حالات میں زندہ رہنا مرنے سے اس لیے بہتر ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لیے اچھے کاموں کے مواقع آسانی اور سہولت سے میسر آسکتے ہیں کہ جن سے آخرت اچھی ہو جائے ! اور برے حالات میں زندہ رہنے میں ایسے خطرات بہت ہو جاتے ہیں کہ جن کی وجہ سے دنیاوی نقصانات کے ساتھ ساتھ آخرت بھی برباد ہو سکتی ہے ! !

موجودہ دورِ پُر فتن میں خطرات اور آزمائشیں زیادہ ہیں اچھائیاں دن بدن کم ہوتی چلی جارہی ہیں تو اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ خود سے موت کی تمنا کرنے لگ جائے بلکہ نیک اور صالحین کو تلاش کرے اور ان سے راہنمائی لیتا رہے اور اُن کے زیرِ سایہ اپنے اُمور انجام دیتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمادیں !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

> ''تم میں کوئی (کسی مصیبت سے تنگ آکر) موت کی تمنا نہ کرے (کیونکہ) اگر اچھے کام کرنے والا ہے تو اُمید یہی ہے کہ (آئندہ بھی) مزید خیر کے کام ہی کرے گا (جن سے آخرت کے درجے مزید بڑھیں گے) ! اور اگر بدکار ہے تو شاید برائیوں سے رُک کر توبہ کی توفیق ہو جائے ! [1]

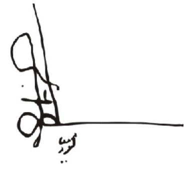

---

[1] صحیح البخاری کتاب التمنی رقم الحدیث ۷۲۳۵

مولای صل وسلم دائما ابدا   درس حدیث   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

''رمضان'' غم خواری اور صبر کا مہینہ ! سخاوت کا بلند درجہ ''ایثار''

اسلامی معاشرت میں متوسط طبقہ کی کثرت

سب سے طویل عرصہ اسلام سپر پاور رہا ! اسلام، کمیونزم اور دیگر مذاہب

(درسِ حدیث نمبر ۱۲۴ یکم رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ/ یکم جون ۱۹۸۴ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک خطبہ فرمایا ارشاد اس میں فرمایا یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ اے لوگو تم پر ایک بہت بڑا مہینہ سایہ اَفگن ہے ! وہ مہینہ مبارک ہے ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے ﴿خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ﴾ اللہ کے نزدیک وہ اتنی افضل ہے کہ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بڑا اُس کا ثواب ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں جَعَلَ اللّٰہُ صَیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا اس کی رات میں قیام کرنا اس میں عبادت کرنا یہ اللہ تعالیٰ نے مستحب بنایا ہے بہتر بنایا ہے ! !

اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کوئی کام کرے جس سے خداوندِ کریم کا قرب چاہتا ہو تو پھر وہ ایسے ہوگا جیسے کہ اُس کو رمضان کے علاوہ (کسی ماہ میں) کوئی فرض ادا کرنے پر ثواب ملتا ہے ! جیسے نفل پر ثواب دیا جاتا ہے اور جس نے فرض ادا کیے روزے بھی فرض ہیں نمازیں بھی فرض ہیں اور بہت سے فرائض ہیں

اخلاقی فرائض ہیں معاملات کے فرائض ہیں اُس کو فرمایا کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وہ ایسے ہے جیسے کہ اُس نے ستر فرض ادا کیے یعنی ایک فرض نماز کا ثواب ستر گنا ہے کوئی بھی عمل کیا جائے اُس کا ثواب بہت زیادہ بڑھ کر ہوگا !

صبر کا مہینہ :

تو اِرشاد فرمایا وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ یہ صبر کی مشق کا مہینہ ہے اس میں اپنے آپ کو روکنا پڑتا ہے صبر کا مطلب ہے ثابت قدمی دکھانا، رُکنا، واقعی اپنے آپ کو روکنا ہوتا ہے ! آدمی سب کے سامنے اور بالکل تنہائی میں ایک سا رہتا ہے ! رُکا رہتا ہے روزے کے توڑنے کا کوئی کام نہیں کرتا ! ! صبر کا مہینہ ہے ! سردیاں ہوں تو بھوک ! گرمیاں ہوں تو پیاس ! دونوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز غالب رہتی ہے لیکن انسان صبر کرتا ہے ارشاد فرمایا وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ اور جو آدمی ثابت قدم رہے صبر کرے تو اُس کا ثواب پھر جنت ہوگی ! !

غمخواری کا مہینہ :

اور یہ مہینہ اس چیز کی مشق کا بھی ہے کہ ایک دُوسرے کی غمخواری کی جائے ! شَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ

روزی میں اضافہ :

اور فرمایا شَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کے رزق میں برکت ہوتی ہے مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے !

روزہ اِفطار کرانے پر اَجر :

اس میں کسی آدمی کو اِفطار کرا دینا باعث ِثواب ہے مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ اگر کوئی آدمی کسی کا روزہ کھلوا دیتا ہے تو اُس کے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے گردن کے چھٹکارے کی اُمید ہوسکتی ہے ! ! یعنی اُس ایک عمل سے اتنا ثواب بڑھ سکتا ہے کہ یہ حال ہو کہ اللہ کے ہاں اُس کی بخشش ہی کردی جائے ! !

سب کو اَجر ملتا ہے :

وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئٌ جو آدمی کسی آدمی کے آگے (اُس کی طرف سے) کام کر رہا ہے اور دُوسرے کو کھلا رہا ہے پلا رہا ہے، پیسے ایک کے ہیں کام دُوسرے کر رہے ہیں تو اِس کو بھی ثواب ملے گا ! اور اس میں یہ نہیں ہوگا کہ ثواب بٹ جائے گا، نہیں بلکہ ہر ایک کو برابر برابر ثواب ملے گا اُتنا ہی اللہ کی طرف سے اِس کو بھی عطا ہوگا ! خدا کے ہاں دینے میں کوئی چیز خرچ نہیں کرنی پڑتی سب اُس کی مِلک ہے سب اُس کا مُلک جیسے اِس کونے سے اُس کونے میں رکھ دی ! خداوندِ کریم کے عطیات جو ہیں بے مثال ہیں بے حساب ہیں ! تو اِس میں بھی یہی ہے کہ اَجر میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اَجر بڑھتا جائے گا اِس کو بھی اور دُوسرے کو بھی اُتنا ہی مل جائے گا جتنا پہلے کو مِلا ہے ! تیسرے کو بھی اُتنا مِل جائے گا جتنا دُوسرے کو مِلا ہے ! !

تھوڑے پر بھی پورا اَجر :

ہم نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اتنا کہاں ہوتا ہے لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ ہم سے سب لوگ اتنا کہاں رکھتے ہیں کہ جو کسی کو روزہ کھلوائیں تو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب جو ہے جس کو کم چیز میسر ہے اُس سے کُھلوا رہا ہے اُس کو بھی ملے گا ! یہ شرط نہیں ہے کہ پیٹ ہی بھرے تو ثواب ملے، کم ہے اگر کسی کے پاس اور وہ دے رہا ہے کھجور دے رہا ہے، دُودھ کی لسی دے رہا ہے، پانی پلا رہا ہے کسی کو روزہ کھلوانے کے لیے تو اُس کو بھی ثواب ملے گا ! اور پانی وہاں کے علاقے میں تو بڑی چیز ہے ! اور ویسے انسان کی حیات کے لیے سب سے بڑی چیز ہے ! پانی اگر کم ہو جائے یا نہ مِل سکے کسی جگہ تو زندہ نہیں رہ سکتا انسان ! تو پانی پر بھی اَجر ہے کھجور پر بھی اَجر ہے کوئی کسی کو دُودھ پلا دے تو اُس پر اَجر ہے اور اُتنا ہی اَجر ہے ! کیونکہ ہر آدمی کو یہ (سب) میسر نہیں ہے، کسی کو کھجوریں میسر ہیں، کسی کو دُودھ میسر ہے، بکری ہے اُس کے پاس اور اُسے کچھ میسر نہیں ہے اس کے علاوہ تو وہ کیا کرے گا ثواب اُس کا کم رہے گا ؟ نہیں ثواب اُس کا کم نہیں رہے گا بلکہ جس کے پاس بالکل نہیں ہے اور وہ کچھ دے رہا ہے تو وہ بہت دے رہا ہے ! ! !

ایک آدمی کا قصہ واقعات میں ہے اسی طرح کا کہ وہ ایک سخی کے پاس پہنچ گیا مشہور تھا وہ سخاوت میں ! مگر مالدار اِتنا نہیں تھا ! جبکہ دُوسرا مالدار تھا، کوئی بات ہوئی تو اُس نے پیسے دے دیے مثلاً دس ہزار روپے دے دیے ! اور اُس سخی سے کہا گیا تو اُس نے چار ہزار روپے، ساڑھے تین ہزار روپے دے دیے ! تو مالدار نے سخی سے کہا میں تم سے آج جیت گیا ہوں میں نے اتنے دیے تم نے اس سے کم دیے، اُس (سخی) نے پوچھا کہ تمہارا کل مال کتنا ہے ؟ اُس نے کہا اتنا ہے ! اُس نے کہا کہ یہ اُس کل کا کتنا حصہ ہے ؟ اُس نے کہا بہت تھوڑا سا حصہ ہے ! تو سخی نے کہا کہ آپ نے تو کل مال میں سے بہت تھوڑا سا حصہ دیا ہے ! اُس نے کہا یہ بات ٹھیک ہے ! اس نے کہا میں نے اپنا کُل دے دیا تو اُس نے کہا واقعی تم بڑے ہو جو کُل مال دے ڈالا ! ! !

''ایثار'' سخاوت کا بلند درجہ ہے :

صحابہ کرامؓ کے دور میں جنابِ رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جن کو میسر تھا وہ بھی ایسے رہتے تھے جیسے میسر نہ ہو ! ؟ کیونکہ وہ اُن لوگوں کو ترجیح دیتے تھے جنہیں میسر نہیں ہے ! اس ترجیح دینے میں جنہیں میسر ہوتا تھا وہ بھی ایسے ہی ہو جاتے تھے جیسے میسر ہے ہی نہیں ! ؟ ایک ضرورت مند آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے گھر میں پوچھوایا کہ کچھ ہے کھانے کے لیے ! ؟ تو ہر جگہ سے جواب مِلا کہ کچھ نہیں ہے ! گھر میں کوئی چیز نہیں ہے کھانے کی ! وجہ کیا تھی ؟ وجہ یہ تھی کہ عام ذوق یہی تھا عام رواج یہ تھا سب صحابہ کرام کا کہ جو کچھ موجود ہوتا تھا وہ برابر ضرورت مندوں کو دیتے رہتے تھے ! یہ تو صحابہ کرام کا اِیثار ہوا اور اِیثار تو بہت بڑی چیز ہے ! ایثار تو یہ ہے کہ خود ضرورت ہے اپنے لیے ضرورت ہے مگر دُوسرے کو ترجیح دے رہا ہے یہ اِیثار ہوا ! اور ایک ہے سخاوت کہ جس کو میسر ہے وہ برابر خرچ کیے چلا جائے، دُوسروں کی ضرورت کا خیال رکھے، کوئی مانگ رہا ہے تو دے دے یہ سخاوت ہے ! یہ وصف سخاوت جو ہے یہ بھی اسلام میں خاص ہے !

اسلام اور کمیونزم :

تو اِیثار اور سخاوت یہ دونوں مذہبی تعلیم بھی ہوئی اور (اسلامی) معاشرتی انداز بھی ہوا ! !

تو اِس بناء پر جہاں اسلام اور مسلمان ریاستیں رہی ہیں وہاں کمیونزم نہیں آسکا پس بخارا کی تاشقند کی اور آذربائیجان تک کی ایک پٹی ہے جو زد میں آئی ہے ضرور ورنہ آیا ہی نہیں ! !

کمیونزم اور دیگر مذاہب :

رُوس میں آیا ہے تو وہاں یا عیسائیت تھی یا یہودیت تھی یا بت مذہب تھا یا مشرک تھے ! چین میں آیا ہے تو وہاں بھی دُوسرے مذاہب والے تھے ! بلکہ چین میں مساجد آباد ہیں ! وہاں نماز جماعت سے ہوتی ہے مسجدیں بھری ہوئی ہیں ! وہاں انقلاب نے یہ اَثر نہیں کیا ! اس کے بعد ذرا حد پار کریں دریائے (آموں) [1] کی تو افغانستان تک نہیں آسکا ! اور اُدھر آذربائیجان وغیرہ کی طرف جنوب میں دیکھیں تو اِیران لگتا ہے اِیران میں بھی نہیں آسکے ! کسی علاقے میں جہاں اسلام تھا کمیونزم نہیں آیا کیونکہ کمیونزم جو فوائد پہنچاتا ہے وہ اسلام میں ایک غریب کو (پہلے ہی) حاصل رہتے ہیں

اسلام اور متوسط طبقہ :

اسلام میں درمیانی طبقہ بہت ہوتا ہے بالکل غریب طبقہ بہت کم ہوتا ہے ! اور جب تک بالکل غریب طبقہ کی کثرت نہ ہو تو یہ کمیونسٹ انقلاب نہیں آسکتا اور غریب طبقہ کی کثرت یہاں نہیں ہوتی یوں سمجھئے کہ پہلے زمانے میں دو حکومتیں تھیں کسری اور رُوم کی بہت بڑی بڑی جیسے آج امریکہ اور رُوس ہے، اسلام آیا پھیلتا چلا گیا یہ سب ختم ہو گئیں ! ! !

اسلام تیرہ سو سال سپر پاور رہا :

اور اسلام ایسے چھایا کہ تیرہ سو سال تک اسلام ایک سپر پاور رہا، اُس کے مقابلے میں کوئی دُوسری سپر پاور نہیں تھی حتی کہ ۱۹۱۴ء کا دور آتا ہے اُس دور میں آکر برطانیہ اور دُوسروں نے مِل کر ترکی حکومت کو ختم کیا ہے ورنہ یہ سارے علاقے ترکی تک بہت بڑی حکومت تھی (مگر) کمزور ہوتی چلی جارہی تھی پہلے سے اور ۱۹۱۴ء میں ختم ہو گئی لیکن تھی سب سے بڑی پاور ! ! اور کمزور جو کیا وہ ایک دو نے نہیں پورے یورپ کی آٹھ دس حکومتوں نے مِل کر یہ سازش کی تھی ! تو پھر ایسے ہوا ہے کہ

---

[1] دریائے جیحُون

برطانیہ کی حکومت میں گویا سورج غروب نہیں ہوتا تھا پھر برطانیہ ایک سپر پاور ہوگیا، سب سے بڑی طاقت بن گیا ! !

سب سے طویل عرصہ اسلام سپر پاور رہا :

لیکن اندازہ کیجیے ۱۹۱۴ء میں یعنی سوا تیرہ سو سال تک فقط مسلمان جو ہیں وہ سپر پاور تھے ! ان کے مقابلے میں کوئی دُوسری طاقت نہیں تھی کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے ایسا نہیں تھا ! اگر اِن کے ہاں عدل نہ ہوتا عدلیہ کام کی نہ ہوتی تو ظلم ہوتا، اقتصادیات ناکارہ ہوں نظام صحیح نہ ہو تو غربت افلاس اور طرح طرح کی خرابیاں آئیں گی تو اِنقلاب آجائے گا حکومت ختم ہو جائے گی ! معلوم ہوا کہ اسلام کے دونوں نظام بڑے عمدہ ہیں اقتصادی بھی ! اور عدلیہ کا نظام بھی ! !

آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے کچھ بھی میسر ہے کچھ بھی کھلا رہا ہے گویا ایک غریب آدمی کو بھی عادت ڈلوائی ہے کہ خرچ کرو ! اگر کوئی کہتا ہے کہ جناب میرے پاس کل ایک روپیہ ہے تو اُسے بھی کہا جائے گا کہ تو دس کا سکہ دے پانچ کا سکہ دے یہ خیال نہ کر کہ میں تھوڑا دے رہا ہوں یہ اُمید رکھ کہ اللہ کے ہاں قبول ہو جائے گا بس نیت صحیح رکھ !

آگے فرمایا وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَّا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ[1] جو آدمی کسی کو پیٹ بھر کر کھلا دے تو خاص بات یہ ہوگی کہ میرے حوض سے اُسے ملے گا پینے کے لیے ! اور اُس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا ! !

تو آقائے نامدار ﷺ نے دُنیا میں رہنا سہنا بھی بتایا اور آخرت کا اجر بھی بتایا بلکہ توجہ آخرت ہی کی طرف رکھنی بتائی ! دُنیا کو کام کی جگہ بتایا کہ کام کرو تیاری کرو آخرت کی تیاری ! نظر اُس کی طرف رکھو یہ جیسے بھی ہو گزر ہی جاتی ہے ! !

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور فضل سے نوازے، آمین۔ اختتامی دُعا..........................

(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ جولائی ۲۰۰۲)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۶۵

تبلیغ کا آغاز

مؤرخِ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف

سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے چند اَوراق

۞ ۞ ۞

سب سے پہلے اپنا خاندان :

حضرت محمد ﷺ کو جب حکم ہوا ﴿ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾[۱] اُٹھو اور لوگوں کو آگاہ کرو (کہ اُن کے موجودہ عمل اور کردار کا مستقبل کیا ہوگا ؟) تو آپ نے اِنْذار اور تبلیغ کا سلسلہ اپنے خاندان سے شروع کیا ! خدا کا حکم بھی یہی تھا ! [۲] آپ نے کھانے کا انتظام کیا اوران رشتہ داروں کو دعوت دی جو آپ کے پردادا (دوسری پشت کے دادا) ہاشم کی اولاد تھے ان میں وہ بھی تھا جس کا نام عبدالعزیٰ تھا اور ابولہب کی کنیت سے مشہور تھا ! [۳] یہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا سب سے بڑا بھائی تھا ! عمر، سرمایہ اور دولت کے لحاظ سے خاندان میں سب سے اُونچا تھا ! عبدالعزیٰ سمیت تقریبًا چالیس آدمی اس دعوت میں آئے ، کھانا کھایا ، پھر آنحضرت ﷺ نے کچھ فرمانا شروع کیا ابھی آپ نے بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ عبدالعزیٰ نے پکار کر کہا :

لَهَدَّ مَا سَحَرَكُمْ صَاحِبُكُمْ [۴] ''یہ جادو بہت ہی عجیب ہے جو تمہارے دوست نے تم پر کیا ہے'' ! ! ؟ جادو کا نام سن کر کون ٹھہر سکتا تھا ، مجمع منتشر ہوگیا ! ابولہب کی یہ حرکت بہت ہی ہمت شکن تھی ! مگر اُس کے مقابلہ پر تھی جس کی ہمت نے ٹوٹنا نہیں سیکھا تھا ! وہ نئے حوصلہ سے اُٹھا ، کچھ وقفہ کے بعد

---

[۱] سورۂ مدثر : ۲ [۲] سورۂ شعراء : ۲۱۴

[۳] لہب کے معنی آگ کی لپٹ کے ہیں ، کہتے ہیں کہ اُس کا رنگ سفید سرخ تھا ، چہرہ انگارے کی طرح دہکتا رہتا تھا اسی لیے یہ کنیت دی گئی گویا وہ آگ کے اَنگارے اور لپٹ کی تصویر ہے

[۴] البداية والنهاية ج۳ ص ۳۹ و مجمع البحار لفظ '' هَدَّ ''

دوبارہ دعوت کی اور اِس مرتبہ حلقہ وسیع کر دیا ! پہلے ہاشم کی اولاد کو دعوت دی تھی اس مرتبہ ہاشم کے والد عبد مناف کی اولاد کو دعوت دی ! اور ابولہب کی پہلی کی حرکت کا ردِ عمل یہ ہوا کہ سب ہی آ گئے اور آخر تک جمے رہے ! ! آپ نے بھی اپنی بات پوری فرما دی آپ نے فرمایا :

''میں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں کہ عرب کے کسی جواں ہمت نے یہ پیغام نہیں پہنچایا تھا یہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا پیغام ہے ! اُمتِ عرب اس پیغام سے دنیا میں بھی سربلند ہوگی اور آخرت کی کامیابیاں بھی اس کو نصیب ہوں گی ! یہ پیغام عمل کا پیغام ہے ، انسان کا عمل ہی اُس کو کامیاب کر سکتا ہے ، ایک کا عمل دوسرے کو کامیاب نہیں کر سکتا'' ! ! ! [۱]

اے معشر قریش ! اپنے آپ کو جس درجہ پر رکھنا چاہتے ہو تو اُس کی قیمت خود ادا کرو ! عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو نجات کا سودا تم خود کرو !

اے آلِ عبد مناف ! خدا کے مقابلہ پر میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ! (جب تک تم خود عمل نہ کرو میں تمہیں قانونِ قدرت کی گرفت سے نجات نہیں دِلا سکتا)

اے عباس بن عبدالمطلب [۲] ! خدا کے مقابلہ پر میں تمہارے کام نہیں آ سکتا !

اے رسولِ خدا کی پھوپھی ''صَفیّہ'' ! میں اللہ کی گرفت سے تمہیں نہیں بچا سکتا !

اے رسول کی بیٹی فاطمہ ! میرے مال میں سے جو کچھ مانگنا چاہو مانگو میں دُوں گا مگر خدا سے بے نیاز ہو کر میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا ! اللہ کے مقابلہ پر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا'' ! ! ! [۳]

تقریر بے حد مؤثر اور بلیغ تھی ! سننے والوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ! مگر دلوں کا پرانا مرض آسانی سے نکلنے والا نہیں تھا ! یہاں بھی عبدالعزیٰ ابولہب نے اپنی عمر کی بڑائی اور رشتہ کی برتری سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ! عجیب بات یہ تھی کہ اِس مجمع میں سب سے زیادہ سن رسیدہ اَبولہب تھا !

---

[۱] البدایة والنھایة ج ۳ ص ۳۹ ، ۴۰ [۲] عباس اگرچہ چچا تھے مگر ہم عمر اور ہم جولی تھے، تقریباً دو سال بڑے تھے

[۳] بخاری شریف ص ۷۰۲

اور سب سے چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر تقریبًا بارہ سال تھی، بیمار اور کمزور بھی تھے، پیٹ بڑھا ہوا، آنکھیں آئی ہوئیں، پنڈلیاں پتلی پتلی، کھڑا ہونا مشکل تھا ! !

آنحضرت ﷺ نے تقریر کے بعد مجمع کی طرف سے جواب کا انتظار کیا تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ (طفل بیمار) نے آپ کی تصدیق کی اور حمایت کا وعدہ کیا ! آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کے الفاظ کہے ! ابولہب کو موقع مل گیا اُس نے طنز کرتے ہوئے قہقہہ لگایا ! مجمع کا رُخ بدل گیا پھر منتشر ہو گیا ! ! ۱؎

فاران کی ایک پہاڑی سے صداءِ حق : ۲؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

حبوق نبی کی کتاب باب ۳، درس ۳ میں شہادت دی گئی تھی :

''اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے فاران سے آیا ! اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمیں اُس کی حمد سے معمور ہوئی'' ۳؎

اسی فاران کی ایک پہاڑی کا نام ''صفا'' ہے اس پہاڑی کا وجود اَب بھی باقی ہے، کعبہ شریف سے تقریبًا دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، اب یہ پہاڑی شہر مکہ کی سطح کے برابر ہو گئی ہے مگر اُس زمانہ میں یہ بلند تھی ! خانہ کعبہ کا حرم (میدان) اس کے دامن میں تھا، عام طور پر قریش کی یہاں نشست رہتی تھی ! ۴؎

۱؎ البدایة والنہایة ج ۳ ص ۴۰ ۲؎ بائبل میں مکہ کو ''فاران'' کہا گیا ہے ! کتاب پیدائش باب ۲۱ میں حضرت ہاجرہ کے بیٹے (اسماعیل) کے متعلق کہا گیا ہے اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ (فقرہ ۲۱)

۳؎ رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۱۴۶ : میرے پاس جو اُردو کی بائبل ہے اس میں یہ الفاظ ہیں

''اے خدا ! تو برسوں کے درمیان اپنے نام کو نئے سرے سے رونق بخش، برسوں کے بیچ اسے شہرت دے، قہر کے درمیان رحم کو یاد کر ! خدا تیمان سے اور وہ جو مقدس ہے فاران سے آیا سلاہ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہو گئی'' (حبقوق نبی کی کتاب ص ۸۵۹)

۴؎ چہار دیواری اُس زمانہ میں نہیں تھی، بیچ میں خانہ کعبہ تھا اس کے چاروں طرف میدان تھا میدان کے کنارے پر رُؤساءِ مکہ اور خدامانِ کعبہ کے مکانات تھے میدان میں ان رؤسا کی نشستیں رہتی تھیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ اس پہاڑی پر چڑھے اور قبائلِ قریش کو نام بنام پکارا
یا بنی فہر ! یا بنی عدی وغیرہ وغیرہ

محمد رسول اللہ ﷺ :

وہی ''محمد'' جن کا اثر و احترام یہ تھا اور قریش کے عوام و خواص اس درجہ گرویدہ تھے کہ آپ کو ''اَلصَّادِقْ'' اور ''اَلاَمِیْنْ'' کہہ کر خوش ہوا کرتے تھے ! انہیں الصادق اور الامین کی آواز کانوں میں پڑی تو لوگ پہاڑی کے دامن میں آکر جمع ہوگئے ! اور جو نہیں آسکتے تھے انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا ! سب پہنچ گئے تو آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

''اگر میں یہ بتاؤں کہ یہ وادی جو اِس پہاڑ کی آڑ میں ہے یہاں دُشمن کی فوج پہنچ گئی ہے اور وہ عنقریب تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا آپ صاحبان میری بات سچ مانیں گے ؟ ؟'' سب نے جواب دیا :

''بے شک آپ کے متعلق ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپ سچ ہی بولتے ہیں ! !؎۱

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

''عذابِ خداوندی کا لشکر آنے والا ہے ! اس سے پہلے کہ عذاب کا یہ لشکر آئے میں تمہیں آگاہ کررہا ہوں'' ! !

آپ نے اسی موضوع پر تقریر فرمائی ! بہت ممکن تھا کہ لوگ اثر لیتے مگر خاندانِ ہاشم کا (وہی عمر رسیدہ عبدالعزیٰ ابولہب) بھڑکتا ہوا اُٹھا اور یہ کہتا ہوا چل دیا محمد تیرے ہاتھ ٹوٹیں ، کیا اِس لیے ہمیں یہاں جمع کیا ہے'' ! ! ! ؎۲

خاندان کا بڑا پورے خاندان کا سرپرست اور مربی مانا جاتا ہے اور قاعدۂ عرب کے مطابق وہ ولی یعنی جوابدہ اور ذمہ دار بھی ہوا کرتا تھا ! چھوٹوں کے حق میں اس کی بات مانی جاتی تھی ! ابولہب کو یہ ولایت اور سرپرستی حاصل تھی کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا بڑا بھائی تھا !

؎۱ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا صحیح البخاری ص ۷۰۲ ؎۲ صحیح البخاری ص ۷۰۳

اس کے علاوہ مکہ کا با اَثر دولت مند تھا ، مجمع نے جب اتنے بڑے آدمی کو خفا ہوکر جاتے ہوئے (واک آؤٹ کرتے ہوئے) دیکھا تو مجمع بھی چل دیا ! لیکن ذہنوں میں ایک سوال گھر کر چکا تھا ! اتنا اشتعال و بوکھلاہٹ کیوں ؟ ؟ ؟ داعی حق کی یہی کامیابی تھی ! ! !

(۱) کوہِ صفا سے جس نے پکارا وہ وہی ''محمد'' تھا جس کا نام لینا لوگ بے ادبی سمجھتے تھے جس کو ''الصادق'' ''الامین'' کہا کرتے تھے ! جس سے دعائیں کرایا کرتے تھے ! برکتیں حاصل کیا کرتے تھے ! جس نے کچھ عرصہ پہلے اس خوفناک ہنگامہ کو نہایت خوبصورتی سے ختم کیا تھا جو تعمیرِ کعبہ کے وقت حجر اَسود کے سلسلہ میں سر اُٹھا چکا تھا ! کوہِ صفا کی مختصر تقریر میں جن خرابیوں کی طرف آنحضرت ﷺ نے ارشارہ کیا ان کا احساس خود قریش کو بھی تھا ! ان ہی کمزوریوں اور خرابیوں کی اصلاح کے لیے چند سال پہلے وہ انجمن بنائی تھی اور وہ عہد نامہ طے کیا تھا جو ''حَلف الفُضول'' کے نام سے مشہور تھا ! !

یہ ابولہب جو اِس وقت سب سے پہلے مشتعل ہوا آنحضرت ﷺ کا وہی عمِ بزرگ ہے جو آنحضرت ﷺ کی ولادت پر اتنا خوش ہوا تھا کہ اپنی باندی ثُوَیبہ کو فوراً آزاد کردیا ! اسی ثُوَیبہ نے سب سے پہلے اس نونہال محمد (ﷺ) کو دُودھ پلایا تھا !

پھر یہ خفگی ، اتنی برافروختگی اور بوکھلاہٹ کیوں ؟

اس کا سبب وہ انقلاب تھا جس کی تصویر اس مختصر جماعت کے آئینہ کردار میں ان کو نظر آرہی تھی جو اِس چند سال کے عرصہ میں (جو تربیت کے لیے مخصوص تھا) محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن میں تربیت پاکر تاریخِ عالم کے پلیٹ فارم پر جلوہ گر ہو چکی تھی جو ایک طرف شرک واِلحاد کے مقابلہ میں توحید، فسق و فجور کے مقابلہ میں مکارمِ اخلاق، حیوانیت اور بہیمیت کے مقابلہ میں انسانیت اور شرافت کی علمبردار تھی تو دوسری جانب راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر کلام الٰہی کی وہ آیتیں بھی گنگنایا کرتی تھی جو مفاد پرستی، دولت وثروت اور ظالمانہ سرمایہ داری کے خلاف گرج رہی تھیں جس کا کردار یہ تھا کہ اپنی دولت کو راہِ خدا میں لُٹا کر اِن آیتوں کے مفہوم و مقصود کا وہ نقشہ پیش کر رہی تھی جو اِن دولت پرستوں کے لیے

بہت ہی وحشت ناک تھا ! جھنجھلاہٹ اور اشتعال کا باعث یہ بھی تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کی جتنی کوششیں کیں وہ ناکام ہو چکی تھیں !

ابولھب جیسا سرمایہ پرست جو خزانۂ کعبہ کے غزالہ زرّیں پر بھی ہاتھا مار دے !

عاص بن وائل ذخیرہ اندوز جو مزدُور کی مزدُوری برسوں تک ٹلاتا رہے !

ولید بن مُغیرة جیسا حریص جو سب سے بڑا دولتمند ہونے پر بھی صبر نہ کرے اور اس کی طمع اور لالچ کا جہنم هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ پکارتا رہے !

عُتبة بن ربيعة اور مسعود ثقفی جیسے جاگیردار جن کی زندگی کا نصب العین ہی جاگیرداری اور زراَندوزی ہو !

ابوجھل اور عُقبة بن ابی مُعیط جیسے باغی اور طاغی بڑے بڑے کاروبار کے مالک جو مکہ اور مکہ سے گزر کر پورے عرب پر چھائے ہوئے ہوں سُورة هُمزة میں ان ہی جیسوں کے لیے فرمایا گیا ہے :

> ''جہنم کی ہلاکت اور بربادی ہر ایسے شخص کے لیے جو دوسروں کے عیب نکالے اور اُن کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہوئے طعنے دے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے مال بٹور رکھا ہے اور اُس کو بار بار گنتا رہتا ہے، سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا (اس کی سرمایہ داری پائیدار ہوگی) ہرگز نہیں، بلاشبہ ایسا ہوگا کہ اس کو حُطَمَة میں ڈال دیا جائے گا، تم جانتے ہو حُطَمَة کیا ہے وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کو جھانک لیتی ہے بلند اور دراز ستونوں کی طرح اس آگ کے شعلے ہوں گے ان لوگوں کو اِن آتشیں ستونوں میں گھیر کر بند کر دیا جائے گا''
>
> (ایمان ہو تو نہیں جلاتی ، کفر ہو تو جلا ڈالتی ہے، شاہ عبدالقادرؒ، سُورہ هُمزة)

سُورہ هُمزة کو بار بار پڑھیے آپ کو سرمایہ داروں کے اس غیر معمولی اشتعال کا سبب معلوم ہو جائے گا !

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اِبتدائی دور میں اسلام سے مشرف ہو گئے تھے آپ کی مشہور روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ دیوارِ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ، میں سامنے پہنچا تو آپ فرما رہے تھے هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [۱] ربِ کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ خسارہ میں ہوں گے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ الفاظ سنے تو میں چونک گیا ! مجھے خیال ہوا کہیں میرے بارہ میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے ؟ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ، یہ بدنصیب کون ہیں ؟ فرمایا : جو سب سے زیادہ دولت مند ہیں صرف وہ مستثنیٰ ہیں جو آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف خرچ کرتے رہیں ! ! !

(ماخوذ از سیرتِ مبارکہ ص۲۴۶ تا ۲۵۳)

وفیات

۸؍ جنوری ۲۰۲۲ ء کو مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کے مہتمم حضرت مولانا یوسف صاحب رشیدیؒ مختصر علالت کے بعد میترانوالی میں انتقال فرما گئے۔

۱۰؍ جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس حضرت مولانا محمد حسین صاحب کی پھوپھی صاحبہ مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین ۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

---

[۱] ترمذی شریف ج۱ ص۷۸ و مسلم شریف ج۱ ص ۳۲۰ وغیرہما

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں بلکہ بعض علماء نے اِن کو آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی اولاد بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ان کی بعد ہوئی ! ابن الکلبیؒ کا یہی قول ہے اور علی بن عبدالعزیز الجرجانیؒ نے حضرت قاسمؓ کو بڑا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھوٹا بتایا ہے ! ہاں اس پر سب متفق ہیں کہ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں ! ان کی پیدائش ۳۰ ؍میلادنبوی میں ہوئی یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں آنحضرت ﷺ کی عمر شریف تیس سال تھی ! (ذکرہ فی الاستیعاب)

سید عالم ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اوّلین دس برس بعثت سے پہلے گزرے اور تیرہ سال اُس کے بعد ! مشرکین کی طرف سے سید عالم ﷺ کو اور آپ کے اہل وعیال کو جو تکلیفیں پہنچیں اُن سب میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور اُن کی بہنیں شریک رہیں ! سن ۷ نبوی میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو شَعَبِ بن ابی طالب میں مقید کیا گیا، وہاں تین برس تک قید رہے اور فاقوں پر فاقے گزرے، اُن سب مصائب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت ﷺ کی اولاد سب ہی شریک رہے ! ! !

نکاح :

سید عالم ﷺ نے اِن کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ بن الربیع سے کردیا تھا۔ ابوالعاص اِن کی کنیت ہے۔ اِن کا نام کسی نے لقیط اور کسی نے زبیر اور کسی نے ہشیم بتایا ہے (وقیل غیر ذٰلک) حضرت ابوالعاصؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنتِ خویلد کے بیٹے تھے اس طرح وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے ! مکہ میں اُن کی پوزیشن مالداری اور تجارت وامانت

میں بڑی اُونچی تھی ! بعثت سے پہلے بھی سید عالم ﷺ کو اِن سے گہرا تعلق تھا ! بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اِنہوں نے سید عالم ﷺ سے مواخات کرلی تھی یعنی آپ کو اپنا بھائی بنالیا تھا۔(الاصابہ)

حضرت زینبؓ سے اِن کا نکاح مکہ میں ہوگیا تھا، اُس وقت تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی زندہ تھیں۔ حضرت ابوالعاصؓ مکہ میں مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اِسلام قبول کرنے سے انکار کردیا ! مگر مشرکینِ مکہ کے کہنے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق بھی نہیں دی ! حضور اقدس ﷺ نے اُن کی اِس بات پر تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ابوالعاصؓ نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا ! یہ واقعات ابتدائے اسلام کے ہیں اُس وقت احکام نازل نہیں ہوئے تھے اس لیے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت کافر کے نکاح میں کیونکر رہتی رہی ! پھر جب حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اپنی اہلیہ حضرت سودہ اور اپنی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہن کو بلالیا لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں !

ہجرت :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہیں حتی کہ اُن کو حالتِ شرک ہی میں چھوڑ کر سن ۲/ ہجری میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی ! حضرت ابوالعاصؓ زمانۂ کفر میں مشرکینِ مکہ کے ساتھ بدر کے موقع پر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے، جنگ میں شریک ہوئے، مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابوالعاصؓ بن الربیع دیگر مشرکین کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے گئے ! اُن کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا ! بدر سے ہار کر جب مشرکین مکہ اپنے وطن پہنچے تو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں قیدیوں کا فدیہ (جان کا بدلہ) بھیجا، ہر ایک قیدیوں کے عزیزوں نے کچھ نا کچھ بھیجا تھا !

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو چھڑانے کے لیے عمر بن الربیع کو مال دے کر روانہ کیا (یہ حضرت ابوالعاصؓ کے بھائی تھے) اُس مال میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

شادی کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا ! اُس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپ پر بہت رِقت طاری ہوگئی اور جاں نثار صحابہؓ سے فرمایا کہ تم مناسب سمجھو تو زینبؓ کے قیدی کو یوں ہی چھوڑ دو، اُس کا مال واپس کردو ! ! !

اشاروں پر جان دینے والے صحابہؓ نے بخوشی منظور کر لیا اور سب نے کہا جی ہم کو اِسی طرح منظور ہے چنانچہ حضرت ابوالعاصؓ چھوڑ دیے گئے لیکن سید عالم ﷺ نے اُن سے یہ شرط طے کرلی کہ زینبؓ کو مکہ جاکر مدینہ کے لیے روانہ کر دینا ! چنانچہ اُنہوں نے یہ شرط منظور کی اور پھر اُس کو پورا کیا جس کی وجہ سے سید کونین ﷺ نے اُن کی تعریف کی اور یہ فرمایا حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَوَفّٰی لِیْ (یعنی ابوالعاصؓ نے مجھ سے بات کی اور سچ کہا مجھ سے وعدہ کیا جسے پورا کیا)

چنانچہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے مکہ معظّمہ پہنچ جانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے شفیقِ دوجہاں ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آگئیں لیکن ہجرت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ جب وہ ہجرت کے اِرادہ سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اُس کے ایک ساتھی نے اِن کو تکلیف پہنچانے کا اِرادہ کیا۔ چنانچہ ایک نے اِن کو دھکا دے دیا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ایسی تکلیف پہنچیں کہ حمل ساقط ہوگیا ! یہ تکلیف تادمِ آخر تک چلتی رہی اور یہی اُن کی وفات کا سبب بنی اور بعض کتب میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اِن کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور اِن کے روانہ ہونے سے قبل ہی شام کو روانہ ہوگئے ! جب وہ ہجرت کے لیے گھر سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اُس کے ایک ساتھی نے اِن کو جانے سے روکا اور گھر میں واپس کر دیا ! اس کے بعد سید عالم ﷺ نے اِن کو ہمراہ لانے کے لیے مدینہ منورہ سے آدمی بھیجا جس کے ساتھ وہ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں ! حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو تکلیف پہنچی اُس کے بارے میں سید عالم ﷺ نے فرمایا وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی !

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا :

ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتنا عبرت خیز ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستِ خاص بھی ہیں اور داماد بھی ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی گھر میں ہے مگر مسلمان نہیں ہوتے بیوی سے اس قدر محبت ہے کہ مشرکینِ مکہ کے زور دینے پر طلاق نہیں دیتے ! بدر میں قید ہوئے اور قید سے آزاد ہو کر بیوی کو مدینہ منورہ بھیج دیا مگر ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا پھر جب اللہ رب العزت نے ہدایت دی تو بڑی خوشی سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے ! ! !

جس کا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے کچھ پہلے اِنہوں نے ایک قافلے کے ساتھ شام کا ایک تجارتی سفر کیا قریش کے بہت سے مال آدھے ساجھے پر تجارت کے لیے ساتھ لے گئے جب واپس ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دستہ جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے آڑے آیا اور اُس دستے نے اس قافلے کا مال چھین لیا اور کچھ لوگوں کو قید کیا۔

حضرت ابوالعاص قید میں نہ آئے بلکہ بھاگ کر مدینہ منورہ چلے گئے اور رات کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر پناہ مانگی ! انہوں نے پناہ دے دی ! جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے زور سے پکار کر کہا کہ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِیْعِ (کہ اے لوگو ! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ حضرات نے سُنا زینب نے کیا کہا ؟ حاضرین نے کہا جی ہاں ہم نے سنا ! اس منصفِ عادل صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر دو عالَم قربان جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جواب سن کر فرمایا اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاعَلِمْتُ بِذٰلِکَ حَتّٰی سَمِعْتُہٗ کَمَا سَمِعْتُمْ (یعنی قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت سے پہلے مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ ابوالعاص مدینہ میں ہیں اور اُن کو زینب نے پناہ دی ہے، مجھے اس کا علم اُس وقت ہوا ہے جبکہ تمہارے کان میں زینب کے اعلان کی آواز پہنچی) اس کے بعد فرمایا کہ ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے دے تو سب مسلمانوں کو اُس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے ! پھر یہ فرما کر آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور اُن سے فرمایا کہ

ابوالعاص کو اچھی طرح رکھنا اور میاں بیوی والا تعلق نہ ہونے دینا کیونکہ تم اُن کے لیے حلال نہیں ہو ! حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ یہ اپنا مال لینے کے لیے آئے ہیں ! یہ سن کر سید عالم ﷺ نے اُس دستے کو جمع کیا جنہوں نے اِن کا مال چھینا تھا اور فرمایا کہ اِس شخص (ابوالعاص) کا جو تعلق ہم سے ہے اُس سے تو آپ لوگ واقف ہیں اور اِس کا مال تم لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے جو تمہارے لیے اللہ کی طرف سے عنایت ہے کیونکہ دارُالحرب کے غیر مسلم کا مال ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس کے ساتھ احسان کریں اور جو مال اِس کا لے لیا ہے واپس کر دیں لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو میں مجبور نہیں کر سکتا اس مال کے تم ہی حق دار ہو ! یہ سن کر سب نے عرض کیا کہ ہم اِن کا مال واپس کر دیتے ہیں اور پھر اِس پر عمل کیا اور جو مال لیا تھا وہ سارا اِن کو واپس دے دیا !

اِس مال کو لے کر وہ مکہ معظّمہ پہنچے اور جس جس کا جو حق اُن پر چاہتا تھا وہ سب ادا کر دیا اور اِس کے بعد کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سچے دل سے پڑھا ! ! اور مکہ والوں سے کہا (میں نے یہاں پہنچنے کی کوشش اس لیے کی اور) مدینہ میں کلمہ پڑھنے کے بجائے یہاں کلمہ اسلام اس لیے پڑھا کہ اگر وہیں اسلام قبول کر لیتا تو تم لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارا مال مارنے کے لیے مسلمان ہو گیا ہے ! اب میں نے تمہارے تمام حقوق ادا کر دیے ہیں اور اسلام قبول کر لیا ہے ! اس کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ چلے گئے اور آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوبارہ اِن کا نکاح فرما دیا۔ (اُسد الغابہ) چھ سال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دوبارہ آئیں اور اِن ہی کے نکاح میں وفات پائی ! حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ. (الاصابہ)

اولاد :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے ! صاحبزادی نام اُمامہ تھا اور صاحبزادہ کا نام علی تھا ! فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ کے

ساتھ سواری پر جو علی سوار تھے وہ یہی علی بن ابی العاصؓ ہیں ! انہوں نے سن بلوغ کے قریب آنحضرت ﷺ کی موجودگی ہی میں وفات پائی ! ان کی بہن حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کو بہت محبت تھی ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے ایک ہار آ گیا تھا اُس کے متعلق آپ نے فرمایا اسے اپنے گھر والوں میں سے اُس کو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے ! یہ اِرشاد سن کر عورتوں نے سمجھ لیا کہ بس ابوبکر کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو ملے گا لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمامہؓ کے گلے میں ڈال دیا۔(الاصابہ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اِن کی بھانجی حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا اُن کو اِس کی وصیت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی ! پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت نوفل بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت اُمامہ کا نکاح ہوا، اُن سے ایک صاحبزادہ یحییٰ نامی کی ولادت ہوئی ! لیکن بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اِن کے بطنِ مبارک سے کوئی اَولاد ہوئی، نہ حضرت نوفل رضی اللہ عنہ کے نکاح میں۔(الاصابہ)

آنحضرت ﷺ کی نسل شریف صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی اور کسی صاحبزادی سے آپ کی نسل نہیں بڑھی قَالَ فِی الْاِصَابَةِ وَانْقَطَعَ نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا.

وفات :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ہجری میں وفات پائی۔آنحضرت ﷺ خود اِن کی قبر میں اُترے، اُس وقت آپ کے چہرے پر رنج وغم کے آثار موجود تھے، جب آپ قبر کے اُوپر تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضعف کا خیال آ گیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ قبر کی تنگی اور اُس کی گھٹن سے زینب کو محفوظ فرما دے، اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرما کر آسانی فرما دی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَرْضَاھَا

رحمٰن کے خاص بندے

قسط : ۸

﴿ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری، اُستاذ الحدیث دارُ العلوم دیو بند ﴾

احادیثِ طیبہ میں جہنم کی ہولنا کیوں کا بیان :

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے احادیثِ طیبہ میں نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جہنم اور اُس کے نا قابلِ تصور عذابوں سے اُمت کو متنبہ فرمایا ہے چند احادیث کا خلاصہ ذیل میں درج ہے :

☆ سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ آگ جسے آدمی دہکاتا ہے یہ جہنم کی آگ کے ستر اَجزاء میں سے ایک جزء ہے'' لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! یہ دنیا کی آگ ہی جلانے کے لیے کافی ہے ! تو آپ نے ارشاد فرمایا :

فَاِنَّھَا فُضِّلَتْ عَلَیْھَا بِتِسْعَۃٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءً کُلُّھَا مِثْلُ حَرِّھَا .[1]

''جہنم کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں اُنہتر گنا زیادہ جلانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ستر گنا میں سے ہر جزء میں یکساں تپش کی صلاحیت ہے'' (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ)

☆ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اُوْقِدَ عَلَی النَّارِ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی احْمَرَّتْ ، ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی ابْیَضَّتْ ، ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی اسْوَدَّتْ فَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ .[2]

''جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا جس کی وجہ سے وہ سرخ ہوگئی ! پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا جس کی بناء پر وہ جلتے جلتے سفید ہوگئی ! اس کے بعد پھر ایک ہزار سال دہکایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی ! چنانچہ اب وہ نہایت اندھیری اور سیاہی کے ساتھ دہک رہی ہے''

---

[1] صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۴۳ [2] سُنن ترمذی رقم الحدیث ۲۵۹۱

☆ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا مَعَائِشَھُمْ ، فَکَیْفَ بِمَنْ یَکُوْنُ طَعَامَہٗ . ۱

''جہنمیوں کی غذا ''زقوم'' (سینڈھا) اتنی بدبودار ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی دنیا میں اُتار دیا جائے تو تمام دنیا والوں کو بدبو کی وجہ سے یہاں رہنا دوبھر ہو جائے تو اندازہ لگایئے کہ جس کی غذا ہی یہ ہوگی اُس کا کیا حال ہوگا ؟''

☆ سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ یُھْرَاقُ فِی الدُّ نْیَا لَاَنْتَنَ اَھْلَ الدُّ نْیَا . ۲

''(جہنمیوں کو پلایا جانے والا ''غَسَّاقٍ'' (زخموں کی پیپ) اتنی سخت بدبودار ہے کہ) اس کا اگر صرف ایک ڈول بھی دنیا میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا اِس کی بدبو سے سڑ جائے گی''

☆ سیدنا حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآنی آیت ﴿ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

یُقَرَّبُ اِلٰی فِیْہِ فَیَکْرَھُہٗ فَاِذَا اُدْنِیَ مِنْہُ شَوَّی وَجْھَہٗ وَ وَقَعَتْ فَرْوَۃُ رَاْسِہٖ فَاِذَا شَرِبَہٗ قَطَّعَ اَمْعَاءَ ہٗ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ دُبُرِہٖ . ۳

''وہ بدبودار کھولتا ہوا پانی پیپ جہنمیوں کے منہ کے قریب کیا جائے گا جو اُسے بہت ناگوار ہوگا لیکن اسے قریب کرتے ہی اس کا چہرہ بالکل جھلس جائے گا حتی کہ گرمی کی شدت سے اس کے سر کی کھال تک پگھل جائے گی پھر جب وہ جہنمی اس بدبودار اور گرم ترین پانی کو بادلِ ناخواستہ پیے گا تو وہ اس کی سب اَنتڑیاں کاٹ کر پیچھے کے راستے سے باہر نکال دے گا'' اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

---

۱ سُنن الترمذی رقم الحدیث ۲۵۸۵ و ابنِ حبان ۹/ ۲۷۸ ۲ سُنن الترمذی رقم الحدیث ۲۵۸۴

۳ سُنن الترمذی رقم الحدیث ۲۵۸۳

☆ سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت ﴿ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ﴾ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ

تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهٖ وَ تَسْتَرْخِيْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ . ؎۱

''جہنم کی لپٹوں سے جہنمی کا چہرہ اس طرح جھلس جائے گا کہ اُوپر کا ہونٹ آدھے سر تک سمٹ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ اس کی ناف تک لٹک جائے گا'' اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ضِرْسُ الْكَافِرِ اَوْ نَابُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ ، وَغِلْظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلَاثٍ . ؎۲

''کافر جہنمی کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے بقدر ہوجائے گی (تاکہ بدن بڑا ہونے سے تکلیف میں مزید اضافہ ہوسکے) اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ

☆ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانُهُ الْفَرْسَخَ وَ الْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ . ؎۳

''کافر کی زبان جہنم میں ایک فرسخ اور دو فرسخ کے بقدر باہر نکال دی جائے گی حتی کہ دیگر جہنمی اس پر چلا کریں گے'' اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ

☆ سیدنا حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء زبیدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ فِى النَّارِ حَيَاتٍ كَاَمْثَالِ اَعْنَاقِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدَاهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَرَّهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، وَاِنَّ فِى النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدَاهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حُمُوَّتَهَا اَرْبَعِيْنَ سَنَةً . ؎۴

؎۱ سُنن الترمذی رقم الحدیث ۳۱۷۶ ؎۲ صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۵۱

؎۳ سُنن الترمذی رقم الحدیث ۲۵۸ ایک فرسخ ساڑھے پانچ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے

؎۴ مُسند امام احمدؒ رقم الحدیث ۵۲۹۲ ، الترغیب والترہیب رقم الحدیث ۵۵۲۳

''جہنم کے اژدھے بختی اُونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہوں گے اور اتنے سخت زہریلے ہوں گے کہ ڈسنے کے بعد اُن کے زہر کی ٹیسیں ستر سال تک اُٹھتی رہیں گی اور جہنم کے بچھو خچروں کے برابر ہوں گے جن کے ڈسنے کی ٹیس چالیس سال تک محسوس ہوگی'' اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

☆ سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

یُرْسَلُ الْبُکَاءُ عَلٰی اَھْلِ النَّارِ فَیَکُوْنَ حَتّٰی تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ ، ثُمَّ یَبْکُوْنَ الدَّمَ حَتّٰی یَصِیْرَ فِیْ وُجُوھِھِمْ کَھَیْئَۃِ الْاُخْدُوْدِ ، لَوْ اُرْسِلَتْ فِیْھَا السُّفُنُ لَجَرَتْ . [1]

''جہنمیوں پر رونے کی حالت طاری کردی جائے گی پس روتے روتے ان کے آنسو خشک ہو جائیں گے تو پھر وہ خون کے آنسو اس قدر روئیں گے کہ ان کے چہروں میں (اتنے بڑے بڑے) گڑھے ہو جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں'' اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

☆ سیدنا حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اَھْوَنَ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِیْ اَخْمَصِ قَدَمَیْہِ جَمْرَتَانِ یَغْلِیْ مِنْھُمَا دِمَاغُہٗ کَمَا یَغْلِیْ الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ . [2]

''جہنم میں سب سے کم تر عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے جوتے میں جہنم کے انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی گرمی سے اس کا دماغ ایسے کھولے گا جیسے دیگچی میں آگ پر پانی کھولتا ہے'' اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

(باقی صفحہ ۵۳)

[1] سُنن ابن ماجه رقم الحديث : ۴۳۲۴ ، الترغيب والترهيب ۴/۲۷۰

[2] صحيح البخارى ۲ / ۹۷۱ ، الترغيب والترهيب ۳ / ۲۶۶

استخارہ ..... متعلقات ومسائل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمود زُبیر صاحب قاسمی، انڈیا ﴾

آب وگل کا یہ خمیر جسے اللہ رب العزت نے آدم کی شکل میں تشکیل دیا اور علم ودانائی، عقل وفراست کی بنا پر مخلوقات میں اشرف اور اپنا نائب مقرر کیا جو آج چاند ومریخ پر کمندیں ڈالنے اور اسے آدم کا نشیمن بنانے اور اپنے علم وتحقیق کی بنیاد پر مخلوقات کے حقائق سے واقف ہونے اور ان کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے لیے کوشاں وسرگرداں ہے ! بعض دفعہ معلومات کی وسعت اور وسائل کی بہتات کے باوجود اُس کو ایسے اُمور، واقعات وحادثات کا سامنا ہوتا ہے جس سے اُسے اپنی علمی کم مائیگی اور عقل ودانائی کی محدودیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کے باوجود دوسروں کی مدد اور رہنمائی کا محتاج اور منتظر ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ انسان تذبذب کا شکار اور رہبری کا طلبگار رہوتا ہے اور کسی چیز کے اختیار وانتخاب میں پس وپیش میں پڑ جاتا ہے تو شریعت اُسے واہی تباہی اُمور سے بچاتے ہوئے معقول اور پسندیدہ امر استخارہ کی رہنمائی کرتی ہے مسندُ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حُجة اللّٰه البالغة'' میں اس کی مشروعیت کی حکمت ومصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو سفر، نکاح اور خرید وفروخت جیسے اہم امور پیش آتے تو وہ اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامْ کرتے ! یہ عرب میں رائج ایک طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی اہم کام کا ارادہ کرتا اور مستقبل میں اس سے متعلق بہتری یا خسارہ کو معلوم کرنا چاہتا تو وہ خانہ کعبہ کے پاس جاتا اُس کے پاس کچھ تیر ہوتے، وہ ذمہ داران تیروں کی مدد سے اس شخص کو اِس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کی تاکید کرتا ! اس طرح کے کچھ اور طریقے بھی خیر وشر کے معلوم کرنے کے لیے اُن کے درمیان رائج تھے !

نبی کریم ﷺ نے اس جاہلانہ رسم سے منع فرمایا کیونکہ اس کی نہ تو کوئی اصل تھی اور نہ کوئی بنیاد بلکہ اس میں کچھ بھلائی نکل بھی جاتی تو وہ بھی اتفاق ہوتی تھی اور چونکہ اس کے بعد یہ لوگ اس کو خدائی حکم اور فیصلہ سمجھ کر عمل کرتے یا ترک کرتے تھے جس میں ایک گونہ اللہ رب العزت پر بہتان بھی تھا ! تو شریعت نے انسان کی فطری ضرورت اور طبعی میلان وخلجان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ربِ کائنات سے رہنمائی اور استفادہ کا ذریعہ استخارہ کی شکل میں اسے عطا کیا''

وکان اهل الجاهلية اذا عنت لهم حاجة من سفر او نكاح اوبيع استقسموا بالأزلام ، فنهى عنه النبى ﷺ لأنه غير معتمد على اصل وانما هو محض اتفاق ، ولأنه افتراء على الله بقولهم : أمرنى ربى ونهانى ربى ، فعوضعهم ذالك الاستخارة . (حجة الله البالغة ج ۲ ص۱۹)

استخارہ کی حکمت :

استخارہ کی حقیقت اور اس کی رُوح یہ ہے کہ جب بندہ کسی امر میں متحیر اور متردّد ہوتا ہے اور کوئی صاف اور واضح پہلو شرعی اور عقلی ، معاشی اور دینی طور پر نظر نہیں آتا اور اس کا علم رہنمائی سے قاصر اور عقل بہتر اور صحیح کے انتخاب سے عاجز ہو جاتی ہے تو یہ بندہ اپنی درماندگی اور بے علمی کا احساس واعتراف کرتے ہوئے اپنے علیمِ کل اور قادرِ مطلق مالک سے رہنمائی اور نصرت کا خواستگار ہوتا ہے اور اپنے معاملہ کو رحیم وکریم ذات کے حوالہ کر دیتا ہے کہ جو آپ کے نزدیک بہتر ہو بس اُسی کا فیصلہ اور انتخاب مجھ بندہ کے لیے کر دیجیے !

استخارہ کی فضیلت :

استخارہ کی فضیلت واہمیت اور بندوں کو اس کی حاجت وضرورت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ استخارہ کی تعلیم اسی اہتمام سے فرماتے تھے جس اہتمام سے آپ اُن کو قرآنِ کریم کی سورتوں کی تلقین فرمایا کرتے تھے !

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَۃَ فِی الْاُمُوْرِ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْآنِ .[۱]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے معاملات میں استخارہ اِسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآنِ کریم کی سورتوں کی تعلیم فرماتے تھے''

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ [۲]

''استخارہ کرنے والا کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا''

کیونکہ اس نے اپنے معاملہ کو ایسی ذات کے سپرد کیا ہے جو ماں سے زیادہ شفیق و مہربان اور باپ سے زیادہ مصلحتوں اور حکمتوں پر نظر رکھنے والا ہے اور خیر خواہ ہے ! اگر ایسی رحیم و کریم ذات سے بھی جس کی جود و سخا اور شفقت و محبت کی نہ تو کوئی عدیل ہے اور نہ مثیل ، کوئی استفادہ نہ کرے تو اُس کی حرماں نصیبی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے ! جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ آدَمَ تَرْکُہُ اسْتِخَارَۃَ اللّٰہِ . [۳]

''آدمی کی بدبختی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ کرنا چھوڑ دے''

استخارہ کا مسنون طریقہ :

استخارہ کا طریقہ جو اَحادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے جو سنت کی برکتوں اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی نورانیوں سے معمور ہے، ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے پھر خوب اللہ رب العزت کی تعریف و تحمید کرے، اس کے بعد استخارہ کی یہ دُعا پڑھے :

---

[۱] صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۰ [۲] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶

[۳] سُنن ترمذی ج ۲ ص ۳۷ ، مُسند احمد رقم الحدیث ۱۳۷۶

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاَصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاَصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ. [۱]

''یا اللہ میں آپ سے خیر چاہتا ہوں بوجہ آپ کے علم کے ! اور قدرت طلب کرتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کی قدرت کے ! اور مانگتا ہوں میں آپ سے آپ کے بڑے فضل میں سے ! کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں عاجز ہوں اور آپ عالم ہیں اور میں جاہل ہوں اور آپ علام الغیوب ہیں !

یا اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام بہتر ہے میرے لیے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو تجویز کر دیجیے اور آسان کر دیجیے اس کو میرے لیے ! پھر برکت دیجیے میرے لیے اس میں ! اور اگر آپ کے علم میں ہو کہ یہ کام برا ہے میرے لیے میرے دین میں اور معاش اور میرے انجام کار میں ، تو ہٹا دیجیے اس کو مجھ سے اور ہٹا دیجیے مجھ کو اس سے ! اور نصیب کر دیجیے مجھ کو بھلائی جہاں کہیں بھی ہو ! پھر راضی رکھیے مجھ کو اس پر''

جب ھذا الأمر پر پہنچے تو جس کام کے لیے استخارہ کر رہا ہے اُس کا خیال کرے !

فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ استخارہ کی دُعا پوری کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر باوضو سو جائے ! [۲]

علامہ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنے کی بات بھی کہی ہے ! [۳]

---

[۱] صحیح البخاری ۱/۱۰۰ عن جابرؓ ، مُسند احمد رقم الحدیث ۲۲۳۹۱ عن ابی ایوب انصاریؓ وفیه ابن لهیعه

[۲] شامی ج ۱ ص ۳۷۱ [۳] عمدة القاری ج ۳ ص ۲۲۵

ملا علی قاریؒ نے اس کے علاوہ پہلی رکعت میں ﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾[1] اور دوسری رکعت ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾[2] پڑھنے کا معمول بھی نقل کیا ہے ![3]

اگر کسی شخص کو کوئی کام اچانک پیش آجائے اور اُسے اتنی مہلت نہ ہو کہ وہ مذکورہ بالا طریقہ پر استخارہ کر سکے تو وہ صرف دُعاء پر بھی اکتفا کر سکتا ہے ![4]

استخارہ کا نتیجہ :

یہ ایک اہم مسئلہ ہے ، اس سلسلہ میں لوگ عموماً پریشانی اور اُلجھن کا شکار رہتے ہیں کہ استخارہ تو کرلیا گیا لیکن ان پہلوؤں میں سے کس پہلو کا انتخاب ہمارے حق میں نافع اور کامیابی کا ضامن ہوگا، اس کو کیسے پہچانا اور جانا جائے اور کن علامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتخاب اور عمل درآمد کیا جائے ؟ اس سلسلہ میں دو طرح کی رائے ملتی ہیں :

(۱) ایک یہ ہے کہ نفسِ استخارہ کافی ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے آدمی جس کسی پہلو کو اختیار کرے گا ان شاء اللہ خیر اُسی میں ہوگی کیونکہ استخارہ ایک دُعاء ہے، بندہ اپنے پروردگار سے استخارہ کے ذریعہ درخواست کرتا ہے کہ اللہ اس کے حق میں خیر اور بھلائی کو مقدر فرمائے تو ضرور اللہ اس کے حق میں بہتری اور اس کے حال کے مناسب اَمر کو اُس کے لیے منتخب اور سہل فرما دیتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد دل کا میلان اور رُجحان جس پہلو پر ہو اُسی کو اختیار کرنا چاہیے، اس رائے کی تائید ایک ضعیف حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن سنیؒ نے روایت کیا ہے :

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا هَمَمْتَ فَاسْتَخِرْ رَبَّكَ سَبْعًا ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الَّذِىْ يَسْبِقُ اِلٰى قَلْبِكَ فَاِنَّ الْخَيْرَ فِيْهِ .[5]

---

[1] سُورۃ القصص : ۶۸ [2] سُورۃ الاحزاب : ۳۶ [3] مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۰۶

[4] اصلاحی خطبات ج ۱۰ ص ۱۳۹ [5] معارف السُنن ج ۴ ص ۲۷۸

''حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات (متفرق اوقات میں) استخارہ کرلو پھر جس چیز کی طرف تمہارا ذہن متوجہ ہو اُسی کی طرف توجہ کرلو کیونکہ خیر اِسی میں ہے''

علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس رائے کو اختیار کیا ہے ! [۱]

استخارہ میں خواب دیکھنا ضروری نہیں ! اگر کسی کو خواب آجائے تو یہ اُس کے قلبی رُجحان کے لیے مددگار ثابت ہوگا چنانچہ مشائخ اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں سفید یا سبز رنگ کی چیز دیکھ لے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس معاملہ میں خیر ہے اور اگر کالا یا سرخ رنگ دیکھ لے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اِس کام سے اجتناب اور پرہیز کرے !

استخارہ کن اُمور میں کیا جائے ؟

استخارہ ایسے معاملوں میں کیا جائے گا جس کے مفید اور درست پہلو سے انسان واقف نہ ہو ! اگر وہ معاملہ ایسا ہو جس کی بھلائی سے انسان واقف ہو جیسے عبادت اور دیگر احکام شرعیہ یا پھر اُس کی برائی اُس پر واضح ہو مثلاً گناہ کے کام اور منکرات تو ان اُمور میں استخارہ کی حاجت ہے ہی نہیں ! کیونکہ صحیح یا غلط تو واضح اور ظاہر ہے، استخارہ جائز اور مباح چیزوں میں کیا جائے گا نیز ایسے واجبات میں بھی کیا جاسکتا ہے جس میں وقت اور کیفیت کی کوئی قید نہ ہو تو اُن کے وقت اور کیفیت کے سلسلہ میں استخارہ کیا جاسکتا ہے ! [۲]

دوسری بات یہ ہے کہ ہر جائز اور مباح کام میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا ! بلکہ ایسے امور میں استخارہ کیا جائے گا جو کبھی کبھار پیش آتے ہیں اور جس کے لیے اہتمام بھی کیا جاتا ہو جیسے سفر، نکاح وغیرہ لیکن ایسے اُمور جو ہمیشہ لاحق رہتے ہوں اور اُن کے لیے کوئی اہتمام بھی نہ کیا جاتا ہو

---

[۱] عمدة القاری ۲۲۵/۴ ، مرقاة المفاتیح ۲۰۶/۳ ، بذل المجهود ۳۶۶/۲ ، معارف السنن ۲۷۸/۴ ، بحرالرائق ۵۲/۲ ، شامی ۴۶۱/۱ ، اعلاء السنن ۴۲/۷ ، معارف الحدیث ۳۶۵/۳

[۲] حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۹۸

مثلاً عادۃً کھانے اور پینے کی چیزیں ! تو اِن اُمور میں استخارہ نہیں کیا جائے گا المراد بالأمر ما یعتنی بشأنه ویندر وجوده . ۱

نمازِ استخارہ کن اوقات میں پڑھی جائے ؟

احادیثِ شریفہ میں نمازِ استخارہ کے لیے کوئی خاص وقت وارد نہیں ہوا لہٰذا نمازِ استخارہ اُن اوقات کے علاوہ جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کسی بھی وقت ادا کی جاسکتی ہے۔ ۲

البتہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے شرح الشریعہ کے حوالے سے مشائخ سے سنی ہوئی یہ بات نقل کی ہے کہ ''اس کے پڑھنے کے بعد باوضو سو جائے'' اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نمازِ استخارہ سونے سے قبل ادا کرنا مجرب اور نافع ہے وفی شرح الشریعة ، المسموع من المشائخ ان ینام علی طهارة مستقبل القبلة بعد قراء ة الدعاء المذکور. ۳

استخارہ میں تکرار :

اگر کسی کو ایک دفعہ استخارہ کرنے سے کسی ایک پہلو پر دِلی رُجحان حاصل نہ ہو تو ایسا شخص رُجحان حاصل ہونے تک استخارہ کرتا رہے ! چنانچہ علامہ عینیؒ نے امام نوویؒ کی کتابُ الاذکار سے اُن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انسان تین دفعہ استخارہ کرے کیونکہ حضور ﷺ سے تین دفعہ دُعائیں کرنا ثابت ہے۔ ۴

بعض حضراتِ علماء نے حضرت انسؓ سے مروی روایت کی بناء پر سات دفعہ استخارہ کرنے کو پسند کیا ہے ! وینبغی ان یکررها سبعًا لماروی ابن السنیؒ عن انسؓ . ۵

لہٰذا اگر کسی کو دِلی میلان حاصل نہ ہو تو وہ تین دفعہ استخارہ کرے، اگر پھر بھی حاصل نہ ہو تو سات دفعہ کرلے اور سات دفعہ کرنا بہتر ہے کیونکہ سات میں تین داخل ہے لیکن اگر کوئی تین ہی دفعہ کرے تو اس کو سات تو نہیں مل سکتا لہٰذا ایسے انداز پر عمل کرنا جس میں دونوں صورتیں مل جائیں اور دونوں طرح کی

---

۱ بذل المجهود شرح ابی داؤد ج۲ص۳۶۶ ۲ مرقاة ج۳ص۲۰۶ ، عمدة القاری ج۴ ص۲۲۴
۳ شامی ۳۴۱/۱ ، معارف السنن ۲۷۸/۳ ۴ عمدة القاری ۲۲۵/۳ ۵ بذل المجهود ۳۴۴/۲

آراء پر عمل ہو جائے زیادہ مناسب ہے ! بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر اس کام میں تاخیر کی گنجائش ہو تو جب تک دل کا جھکاؤ کسی ایک پہلو پر نہ ہو جائے استخارہ کرتا رہے ! ؎۱

نتیجۂ اِستخارہ کا شرعی حکم :

استخارہ کرنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اُس پر عمل کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی سنت ! لیکن اگر کسی ایک جانب پورا رُجحان ہو جائے اور اس میں اپنی ذاتی خواہش کا کوئی دخل نہ ہو تو اِس صورت میں اس چیز کو اختیار کر لے کیونکہ اللہ نے ہمارے حق میں جو چیز متعین ومقدر کی ہوگی وہ ہمارے حق میں ضرور بہتر ہوگی ! ؎۲

کسی شخص کا دُوسرے کے لیے استخارہ کرنا :

بندہ اپنی ناقص تلاش وجستجو کے بعد لکھتا ہے کہ اَحادیث میں کسی اور سے استخارہ کروانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا ! اس سلسلہ میں بندہ نے جن اکابر علماء سے رجوع کیا اُن حضرات نے بھی کسی کتاب میں اس مسئلہ کے موجود ہونے سے متعلق اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا البتہ بعض حضراتِ علماء کا خیال یہ ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہیے، دلیل یہ ہے کہ استخارہ میں بندہ اللہ رب العزت سے خیر اور بھلائی کا خواستگار ہوتا ہے جو کہ ایک دُعا ہے ! اور دُعاء کی درخواست کسی سے بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا !

درحقیقت استخارہ طلبِ خیر ہی کا نام ہے اور دُعا جس طرح خود کر سکتا ہے اسی طرح دوسروں سے بھی کروا سکتا ہے لیکن جب ہم استخارہ سے متعلق احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضرت ﷺ خود استخارہ کے ضرورتمند کو اِس بات کا حکم فرما رہے ہیں کہ وہ استخارہ کرے چنانچہ حضرت ابواَیوب انصاریؓ کو آپ نے بذاتِ خود استخارہ کرنے کی بات کہی ہے ! ؎۳

؎۱ عمدۃ القاری ج۴ ص۲۲۵ ؎۲ امداد الفتاوٰی ج۱ ص۵۹۹ ، ۶۰۱ ؎۳ مُسند احمدؒ رقم الحدیث ۲۲۴۹۱

نیز حضراتِ صحابہؓ میں سے کسی نے حضور ﷺ سے یہ کہا ہو کہ آپ ہمارے لیے استخارہ فرما دیں ! اس کا بھی بندہ کو کوئی ثبوت نہیں مل سکا اور نہ فقہاء نے ہی اس طرح کی بات کی کہ کوئی غیر کسی کے لیے استخارہ کر رہا ہو تو اُس وقت وہ متکلم کے صیغوں کی جگہ کیا کہے ؟

اس سے کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ استخارہ عن الغیر (کسی دوسرے کا استخارہ کرنے) کا اسلاف میں کوئی وجود نہ تھا ! یا یہ کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے معاملہ سے متعلق ہوتے تھے، اس صورت میں درحقیقت یہ استخارہ عن الغیر (کسی دوسرے کا استخارہ کرنا) نہیں بلکہ استخارہ عن النفس (خود ضرورت مند کا استخارہ) ہو جائے گا ! لہٰذا بعض حضراتِ علماء نے یہ نقطۂ نظر بھی بیان کیا ہے کہ استخارہ عن الغیر درحقیقت استخارہ عن النفس ہے کیونکہ وہ شخص اس معاملہ کو کسی اعتبار سے اپنے سے جوڑ کر ہی استخارہ کرتا ہے ! لہٰذا وہ اسی کی ذات کے لیے استخارہ ہوا، مثلاً والدین جب اپنی اولاد کی شادی کے سلسلہ میں استخارہ کریں گے تو ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ مدِ مقابل ہماری اولاد کے لیے مناسب ہوگا کہ نہیں ؟ ہمیں اس معاملہ میں کیا روّیہ اختیار کرنا چاہیے ؟ اس کو قبول کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا یا رَد کرنا ! اس معاملہ میں خود اُن کی ذات تردّد کا شکار ہے اور استخارہ تردّد کے لیے ہے ! دوسرے نقطۂ نظر کے اعتبار سے استخارہ کرنے والا کسی نہ کسی درجہ میں بذاتِ خود اس معاملہ سے متعلق اور اس میں متردّد ہو، ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے شخص سے جس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، استخارہ کروائے !

موجودہ حالات کے تناظر میں اس سلسلہ میں ایک مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ بعض لوگ فون یا دیگر مواصلاتی ذرائع سے کسی بزرگ یا مذہبی شخصیت سے اپنے کام کے متعلق استخارہ کی درخواست کرتے ہیں اور وہ بزرگ یا صاحب اس مسئلہ اور کام کو سننے کے فوراً بعد ہی اپنا جواب مرحمت فرما دیتے ہیں جیسا کہ QTV پاکستان میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کی دو کیفیتیں ہو سکتی ہیں :

(١) ایک تو یہ کہ بغیر کسی طلبِ خیر کی دُعا اور توجہ اِلی اللہ فوراً ہی جواب دے دیا جائے، تو اس صورت کو استخارہ نہیں کہا جائے گا ! کیونکہ استخارہ اللہ سے اپنے حق میں بھلائی اور خیر کے مقدر کرنے کو مانگنے

کا نام ہے ! اور یہاں اللہ سے مانگنا پایا ہی نہیں گیا تو اس کو استخارہ کیسے کہا جائے گا ! بلکہ اگر کوئی شخص اس عمل کے بعد یہ عقیدہ اور اعتقاد رکھے کہ میرے معاملہ میں انتخاب اور فیصلہ اللہ نے کیا ہے تو یہ اِفْتِرَاء عَلَی اللّٰہُ (اللہ پر بہتان باندھنا) ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا ! چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اللہ ربُ العزت سے خیر اور بھلائی مانگے بغیر اپنے آباؤ اجداد کے متعین کردہ خیر وشر کے چند معیارات کی بنیاد پر اس معاملہ کا فیصلہ کر لیتے اور اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے کہ مجھے میرے رب نے یہ کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۹)

(۲) دوسری کیفیت یہ ہوسکتی ہے کہ جواب تو فوراً ہی دیا جاتا ہو لیکن سائل کو کسی ایک متعینہ صورت کے منتخب کرنے کے متعلق جواب دینے سے قبل اللہ سے خیر اور بھلائی کی دُعا مانگ لی جاتی ہو، یہ صورت پہلی صورت کے مقابلہ میں کسی حد تک درست تو ہے لیکن اس میں دو طرح کی خرابیاں ہیں :

(الف) ایک تو یہ کہ آپ کے دل کا نفسانی دباؤ سے بچتے ہوئے کسی ایک طرف مائل ہونا جواب دینے کے لیے ضروری ہے ! اور ایسا ہر دفعہ اور ہر سوال کے جواب میں ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ تین دفعہ اور سات دفعہ استخارہ کی بات کیوں آتی ؟ جبکہ کوئی بھی معاملہ استخارہ کے بعد ایک ہی لمحہ میں حل ہو جاتا ؟

(ب) دُوسری بات یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ سے منقول استخارہ کے طریقہ کے مطابق نہیں ہے ! اس رواج کے عام ہونے کی وجہ سے ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ بذاتِ خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسروں سے استخارہ کروانے کو ہی شرعی طریقہ سمجھنے لگے ہیں جبکہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول خود ضرورت مند شخص کے استخارہ کا تھا !

بہرحال مناسب اور مسنون عمل یہ ہے کہ انسان خود استخارہ کرے ! اگر کوئی معاملہ بہت اہم ہو اور کسی پہلو پر میلان بھی نہ ہو رہا ہو یا نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو تو پھر ایسے لوگوں سے جو اُس معاملہ سے کسی نہ کسی حد تک متعلق ہوں اور اُن کی بزرگی وشرافت بھی مسلّم ہو، استخارہ کروایا جا سکتا ہے اور ان حضرات کو بھی چاہیے کہ استخارہ اس طریقہ پر کریں جس کی آنحضرت ﷺ نے اُمت کو تعلیم دی ہے

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی، مرادآباد اِنڈیا)

قسط : ۱

فضیلت کی راتیں

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

موجودہ دور میں لوگ تقریبًا ہر چیز ہی میں افراط وتفریط کا شکار ہیں ! خواہ اُس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دُنیا سے، عقائد سے ہو یا اعمال سے، کچھ لوگ اُس کو بڑھا کر اُس کے اصل مرتبہ ومقام سے بھی آگے لے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اُسے اُس کا جائز مقام دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے ! ان ہی افراط وتفریط کا شکار چیزوں میں سے چند مخصوص راتیں بھی ہیں کچھ لوگ تو اِن راتوں کی فضیلت کا اس قدر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب کچھ اِن ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ سرے سے اِن کی فضیلت ہی کے منکر ہیں اور تحریرًا وتقریرًا اِن کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، شریعتِ مقدسہ میں افراط وتفریط سے ہٹ کر درمیانی راہ بتلائی گئی ہے اگر اُس پر چلا جائے تو منزل پر پہنچا جا سکتا ہے اور مقصود کو پایا جا سکتا ہے !

راقم الحروف سے بعض احباب نے اس بات کا تقاضا کیا کہ ایک رسالہ ترتیب دیا جائے جس میں ان راتوں کے متعلق افراط وتفریط سے بچتے ہوئے جو فضائل آئے ہیں اُن کا تذکرہ کیا جائے اوران کے متعلق اسلاف کا جو عمل متوارث ہے اُسے بیان کیا جائے نیز جو لوگ ان کے متعلق افراط وتفریط کا شکار ہیں اُن کی غلط فہمیاں دُور کی جائیں، خود راقم کا بھی عرصہ سے یہ خیال تھا احباب کے تقاضے سے اس کام کا مزید داعیہ پیدا ہوا چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا ! اس میں ہمارا اسلوب یہ ہوگا کہ

☆ اوّلاً تو اِن راتوں کے متعلق قرآن واحادیثِ مبارکہ میں جو فضائل آئے ہیں وہ ذکر کیے جائیں گے

☆ ثانیًا اِن راتوں میں اسلاف کا معمول ذکر کر کے جو منکرات اِن میں کیے جاتے ہیں اُنکی تردید کی جائے گی

☆ ثالثًا منکرین کے شکوک وشبہات کا جواب دیا جائے گا وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اپنی جگہ ہر رات محترم اور فضیلت کی حامل ہے یہی وجہ ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں رات کے قیام اور اُس میں دعا کرنے کی بڑی اہمیت بتلائی گئی ہے چنانچہ

☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
يُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانَتْ ﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ .[۱]

''قیامت کے دن سب لوگ (زندہ کیے جانے کے بعد) ایک وسیع اور ہموار میدان میں اکٹھے کیے جائیں گے پھر اللہ کا منادی پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جن کے پہلو راتوں کو بستروں سے الگ رہتے تھے (یعنی اپنے بستر چھوڑ کر جو راتوں کو تہجد پڑھتے تھے) پس وہ اِس پکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور اُن کی تعداد زیادہ نہ ہوگی پھر وہ اللہ کے حکم سے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں چلے جائیں گے اس کے بعد باقی تمام لوگوں کے لیے حکم ہوگا کہ وہ حساب کے لیے حاضر ہوں''

☆ حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ.[۲]

''اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتے ہیں ! پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اُن بندوں میں سے ہو جاؤ جو اِس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم اُن میں سے ہو جاؤ''

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے
یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ .[۳]

---

[۱] شعب الایمان للبیہقیؒ رقم الحدیث ۲۹۷۴ [۲] سُنن الترمذی رقم الحدیث ۳۵۷۹

[۳] صحیح البخاری کتاب التہجد رقم الحدیث ۱۱۴۵

''ہمارے مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اُس کی دعا قبول کروں ! کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اُس کو عطا کروں ! کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اُس کو بخش دوں ! ''

ان احادیثِ مبارکہ کی طرف نظر کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ ہر رات ہی اہمیت کی حامل ہے یہی وجہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی کے حاضر باش اور لذتِ عبادت ومناجات سے آشنا شب زندہ دار لوگ بلا تفریق تمام راتوں کو اپنی عبادات سے معمور رکھتے ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ مقصودِ اصلی مالک کی رضا ہو اور وہ ہر رات اپنی رضا سے نوازنے کے لیے ندا کروا رہا ہے کسی نے خوب کہا مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ قَدْرَ لَیْلَۃٍ لَمْ یَعْرِفْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ جس نے ''رات'' کی قدر نہ جانی اُسے '' لَیْلَۃَ الْقَدْرِ '' کی کیا قدر معلوم ہوگی ! ! !

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

بوستان میں حکایت ہے کہ کسی شہزادہ کا ایک ''لعل'' شب کے وقت کسی جگہ گر گیا تھا اُس نے حکم دیا کہ اُس مقام کی تمام کنکریاں اُٹھا کر جمع کریں اِس کا سبب پوچھا تو کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جاتیں تو ممکن تھا کہ ''لعل'' اُن میں نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اُٹھائی گئی ہیں تو لعل ضرور آگیا ہے، کسی نے اِسی جملہ کا ترجمہ خوب کیا ہے ؎

اے خواجہ چہ پرسی ز شبِ قدر نشانی ہر شب شبِ قدر است گر قدر بدانی [1]

تاہم اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ذوقِ عبادت اور لذتِ مناجات سے نا آشنا اور کوتاہ ہمت ہیں ایسے لوگوں کے لیے غنیمت ہے کہ وہ چند مخصوص راتوں ہی میں صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اُسے راضی کرلیں ! اسی جذبے کے تحت مخصوص راتوں کے فضائل قلم بند کیے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین !

---

[1] فضائل صوم وصلٰوۃ ص ۳۷۹

وہ چند مخصوص راتیں جن کی فضیلت قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے درجِ ذیل ہیں

(۱) شبِ معراج (۴) ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں

(۲) شبِ براء ت (۵) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتیں

(۳) شبِ قدر (۶) شبِ جمعہ

شبِ معراج :

مشہور قول کے مطابق بعثتِ نبوی کے گیارہویں سال رجب المرجب کی ستائیسویں شب آنحضرت ﷺ کے ساتھ واقعہ معراج پیش آیا جس کی تفصیل احادیث وسیر کی کتابوں میں مذکور ہے، اس شب آنحضرت ﷺ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تشریف لے گئے وہاں آپ نے تمام انبیاءِ کرام کی نماز میں امامت فرمائی پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور جنت وجہنم کی سیر کرتے ہوئے آپ بارگاہِ الٰہی میں تشریف لے گئے اور زیارتِ خداوندی نیز ذاتِ باری تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا ! اسی موقع پر آپ کو دن ورات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم ہوا آپ بارگاہِ الٰہی سے یہ عطیہ اُمت کے پاس لائے ،اس لحاظ سے یہ شب انتہائی افضل ومبارک شب ہوئی ! لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ افضلیت وشرف صرف اُسی ایک شب کو حاصل ہوا جس میں واقعہ معراج پیش آیا تھا نہ کہ ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو، لہٰذا ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو افضل سمجھنا صحیح نہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحیح یا حسن یا اَقل درجہ کی ضعیف حدیث میں رجب کی ستائیسویں شب کی فضیلت یا اُس کے متعلق کوئی خاص عمل نہیں آیا[۱] نہ ہی اسلاف سے اِس شب میں کوئی خاص عمل متوارث ہے اس لیے چاہیے تو یہ کہ اپنی طرف سے اس شب میں کسی بھی قسم کا کوئی خاص عمل نہ اپنایا جائے لیکن دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے لوگ اس شب کی فضیلت کا اعتقاد

---

[۱] رجب المرجب کی ستائیسویں شب کے متعلق جو اَحادیث آئی ہیں اُن روایات کی جانچ پرکھ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب'' میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''ماثبت بالسنة'' میں کی ہے اہلِ علم حضرات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

رکھتے ہوئے خاص قسم کے اعمال کرتے ہیں، ذیل میں اُن اعمال کو ذکر کر کے اُن کا مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے

رجبی کا بیان :

حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم گمتھلوی خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہما اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''رجب کی ستائیسویں رات کو معراج شریف کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور دھوم دھام سے جلسے ہوتے ہیں جن میں فضول خرچی اور بے جا زینت اور ضرورت سے کہیں بڑھ کر روشنی وغیرہ ہوتی ہے، شریعت میں اِس ہیئتِ متعارفہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضول خرچی وغیرہ کی صاف طور پر ممانعت اور سخت مذمت وارد ہوئی ہے اور اگر کوئی مجمع اِن خرافات سے پورا پرہیز رکھ کر کیا جاوے تب بھی کم از کم دن کی تعین کا تو گناہ ہے ہی کیونکہ اس تذکرہ کے واسطے شریعت نے کوئی دن معین نہیں فرمایا ! دوسرے قاعدہ ہے کہ اگر کسی غیر ضروری فعل سے دوسرے لوگوں کے عقائد بگڑنے کا اندیشہ ہو تو اُس فعل کو بالکل ترک کر دیا جائے گا ! اس واسطے ترکِ منکرات کے باوجود بھی ایسی مجلسوں کی اجازت نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم ربیع الاوّل کے بیان میں مفصل لکھ چکے ہیں ! اور بعض لوگ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ فضیلت کے ایام کا دھیان نہیں رہتا اور نہ فضیلت ذہن نشین ہوتی ہے جب تک کہ موقع پر اِس کی تفصیل نہ کی جاوے اِس واسطے جن دنوں میں کوئی فضیلت ہو اُن کا بیان خاص خاص موقعوں پر مفصل سنانے کی ضرورت ہے تاکہ بے خبر لوگوں کو پتہ لگ جائے اور جو پیشتر سے واقف ہیں اُن کو یاددہانی ہو جاوے !

سو اِس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی اگر اِس یاددہانی سے کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہوتا اور کوئی اَمرِ منکر بھی شامل نہ ہوتا تو اِس میں فی نفسہٖ مضائقہ نہ تھا لیکن جب خرابی ٔعقائد کی نوبت آ گئی تو منع کرنا لازم ہے !

دوسرا جواب یہ ہے کہ یاد دہانی کے واسطے نہ کسی دن کو خاص کرنے کی ضرورت نہ کسی ہیئت ِ خاصہ کی حاجت ہے نہ اہتمامِ مجمع کی، جب موقع ہوا اہلِ علم اپنے طور پر وعظ وغیرہ میں ذکر کردیں جیسا کہ شب ِقدر وغیرہ کے متعلق معمول ہے !

غرض یہ کہ ذکر معراج شریف تو باعث ِ ثواب ہے اور اِس سے حضور ﷺ کی عظمت اور محبت بڑھتی ہے اور واقعہ معراج سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں اور اُس میں جو جو حکمتیں ہیں اگر اُن کا بیان بھی کیا جاوے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے لیکن اس کے واسطے خاص ماہِ رجب کی تخصیص کرنا بلکہ ستائیسویں شب کو لازم قرار دینا حدودِ شرعیہ سے تجاوز اور بدعت ہے وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ اور اگر اس میں ریاء، تفاخر، اسراف وغیرہ شامل ہو جائیں تو ''کریلا اور نیم چڑھا'' کا مصداق بن جاتا ہے، خوب سمجھ لو حق تعالیٰ فہمِ سلیم اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین'' (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۲۷، ۲۸)

ہزاری روزے کا بیان :

عام لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب ایک ہزار روزے کے برابر سمجھتے ہیں اسی واسطے اِس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں مگر یہ فضیلت ثابت نہیں کیونکہ اکثر روایات تو اِس بارے میں موضوع ہیں اور بعض جو موضوع نہیں وہ بھی بہت ضعیف ہیں اس لیے اِس روزہ کے متعلق سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے ! حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں ایسا ہوا کہ بعض لوگ ستائیس رجب کو روزہ رکھنے لگے جب آپ کو اِس کا علم ہوا تو آپ نے اُن سے زبردستی روزے کھلوائے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ

عَنْ خَرْشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ؓ يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبٍ حَتّٰی يَضَعُوْهَا فِی الطَّعَامِ وَ يَقُوْلُ رَجَبٌ وَمَا رَجَبٌ ؟ شَهْرٌ يُعَظِّمُهُ الْجَاهِلِيَّةُ فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ تُرِكَ.[1]

---

[1] رواه ابن ابی شیبة و الطبرانی فی الاوسط بحواله ماثبت بالسنة ص ۳۴۰

''حضرت خرشہ بن حُر رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ رجب کے روزہ داروں کو پکڑ کر کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے تھے یہ رجب، یہ رجب کیا چیز ہے ؟ سنو ! رجب وہ مہینہ ہے جسے ایامِ جاہلیت میں معظم مانا جاتا تھا لیکن اسلام نے آکر اِس کو ترک کر دیا''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اِس قول و عمل کی موجودگی میں بہتر یہی ہے کہ ستائیسویں رجب کو روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ اگر اس کی فضیلت ثابت ہوتی یا یہ مسنون ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سے منع نہ فرماتے بلکہ خود رکھتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے ! ! !

رجب کی ستائیسویں شب میں چراغاں کرنا :

بہت سے لوگ رجب کی ستائیسویں شب کو چراغاں کرتے ہیں چنانچہ کچھ تو چھتوں پر موم بتیاں جلاتے ہیں اور کچھ بجلی کی چھوٹی بتیاں روشن کرتے ہیں اس کام میں جہاں اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے وہیں عقائد بھی خراب ہوتے ہیں !

ایک خاتون سے میں نے پوچھا کہ خالہ آپ یہ موم بتیاں کیوں جلاتی ہیں ؟ وہ بولیں کہ ''اس رات ہمارے نبی کی سواری گزرتی ہے'' ! ! غور کا مقام ہے کہ لوگوں کے عقائد و اعمال میں کہاں تک خرابی آچکی ہے ! ہمیں چاہیے کہ ہم تمام ایسے کام چھوڑ دیں جو شریعت سے ثابت نہیں کیونکہ ایسے کام کرنے سے ثواب ملنا تو بہت دُور رہا اُلٹا گناہ ہوتا ہے ! ! !

تنبیہ :

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ہم لوگوں نے تو قطعی اور یقینی طور پر رجب کی ستائیسویں شب ہی کو شبِ معراج تصور کر رکھا ہے حالانکہ شبِ معراج کے مہینہ کی تعیین میں علماء کے پانچ اقوال ملتے ہیں :

(۱) بعض کے نزدیک شب معراج ربیع الاوّل میں ہوئی ہے (۲) بعض کے نزدیک ربیع الثانی میں ہوئی ہے (۳) بعض کے نزدیک رجب میں ہوئی ہے (۴) بعض کے نزدیک رمضان المبارک میں ہوئی ہے

(۵) بعض کے نزدیک شوال میں ہوئی ہے چنانچہ علامہ سیّد محمد زرقانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

(وَلَمَّا کَانَ فِیْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ) اَوِالْاٰخِرِ اَوْ رَجَبٍ اَوْ رَمَضَانَ اَوْ شَوَّالٍ اَقْوَالٌ خَمْسَةٌ . (اُسْرِیَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ یَقْظَةً) [۱]

''جب ربیع الاوّل کا مہینہ ہوا، یا ربیع الآخر کا، یا رجب کا، یا رمضان کا، یا شوال کا اس سلسلہ میں یہ پانچ اقوال ہیں تو آپ کو رُوح مع الجسم بیداری کی حالت میں معراج کرائی گئی''

ایسی صورت میں قطعی ویقینی طور پر یہ سمجھ لینا کہ شبِ معراج رجب المرجب کی ستائیسویں شب ہی ہے انتہائی غلط ہے ! اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ واقعہ معراج مشہور قول کے مطابق بعثت کے گیارہویں سال پیش آیا ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ تقریبًا بارہ سال حیات رہے ہیں، کیا آپ نے اِن بارہ سالوں میں اِس شب میں کوئی خاص عمل کیا ہے یا لوگوں کو ترغیب دی ہے ؟ ؟ ! احادیث وسیر کی کتابوں پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب کتب اِس سلسلہ میں خاموش ہیں ! اسی طرح صحابہ کرام کے سو سالہ دور پر نظر ڈالیے وہاں بھی اس شب کے متعلق کچھ نظر نہیں آتا ! آگے تابعین وتبع تابعین کا دور بھی اس سے خالی نظر آتا ہے ! ! !

الغرض قصہ مختصر یہ ہے کہ چونکہ اِس شب کی بابت احادیثِ مبارکہ میں نہ کوئی خاص نماز آئی اور نہ روزہ رکھنا اور چراغاں کرنا اس لیے ہمیں اس شب کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اِن اُمور کی انجام دہی سے گریز کرنا چاہیے اور سلفِ صالحین کے طریقہ کو اپنانا چاہیے کہ اسی میں فلاح اور نجات ہے۔ (جاری ہے)

---

[۱] الزرقانی شرح المواهب اللدنیة ج ۱ ص ۳۵۵

اتحاد و اِتفاق کی برکات

اتفاق اور اتحاد کی اہمیت و سودمندی پوری دنیا کے نزدیک مسلَّم ہے ! اسلام جو دینِ فطرت ہے اس نے اتفاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس درجہ زور دیا جس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب اور کتاب میں نہیں مل سکتی ! نہ صرف زور دیا بلکہ اس کے خلاف تمام محرکات و عوامل سے بھی روک دیا اور ایسی صورتیں پیدا کیں کہ جمعیتِ مسلمین کبھی انتشار سے ہمکنار نہ ہو سکے ! اسے مذہبی معاملہ اور اساسِ دین کی حیثیت عطا کی اور اس کے خلاف اقدام کو گناہ بتایا ! حکم دیا جا رہا ہے :

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [1]

''تم سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور باہم تفرق پیدا نہ ہونے دو''

قرآنِ کریم کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ جو حکم دیتا ہے اُس کی علت بھی بیان کر دیتا ہے

﴿ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ﴾ [2]

''مسلمانو ! باہم متحد رہو، باہم جھگڑے پیدا نہ کرو ورنہ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی''

اس سے زیادہ خوبی اور حقیقت طرازی کے ساتھ اتحاد کی سودمندی پر اور کیا کہا جا سکتا تھا ! کہا ہے اور وہ کہا ہے جس کے مظاہر ساری دنیا کے سامنے ہیں اور جن کی صداقتوں سے دنیا کا کوئی انسان بھی جرأتِ انکار نہیں کر سکتا ! کون نہیں جانتا کہ کسی قسم کی کمزوری اُس کا اِفتراق ہے اور اس کی طاقت اس کا اتحاد ہے ! اور جب کسی قوم میں اِفتراق اور تشدد پیدا ہوتا ہے تو اُس کی ہوا اُکھڑ جاتی ہے، بھرم کھل جاتا ہے اور ہمتیں پست ہو جاتی ہیں !!! صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا :

﴿ وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ [3]

---

[1] سُورہ آلِ عمران : ۱۰۳ [2] سُورۃ الانفال : ۴۶ [3] سُورہ آلِ عمران : ۱۰۳

''باہم تفرق اور پھوٹ پیدا نہ کرو اور اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو کہ اسلام لانے سے پیشتر تمہاری حالت کتنی بدتر تھی، تمہارے اندر کتنا افتراق پھیلا ہوا تھا، تم پر شدید باہمی عداوتیں مسلط تھیں ! خدا نے تم پر بڑا فضل کیا تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی اور تم باہمی عداوتیں بھول کر بھائی بھائی بن گئے حالانکہ تمہاری یہ حالت تھی کہ گویا تم آگ کے کنارے کھڑے ہوئے تھے، خدا ہی نے تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا ﴾ [1]

''مسلمانو ! دیکھو کہیں تم بھی اُن قوموں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے ہماری ہدایت کے باوجود باہم نفرت اور جھگڑے پیدا کیے''

نا اتفاقی وہ بری چیز ہے کہ یہی نہیں کہ دُنیا میں اس کی وجہ سے تباہی آئے گی بلکہ قیامت میں بھی اس پر عذاب دیا جائے گا ! افسوس مسلمان خود کو بالکل بھول چکے ہیں ان کے لیے اپنوں کی اطاعت ننگ و عار ہے اور غیروں کی اطاعت کو طرۂ افتخار سمجھتے ہیں ! نا اتفاقی کا یہ عالم ہے کہ قوم میں افتراق، خاندانوں میں افتراق، گھر میں افتراق، ہر شخص اپنی کہتا اور اپنی چاہتا ہے ! بیٹا باپ کی نہیں سنتا، بیوی شوہر کی نہیں مانتی، قوم لیڈر کی نہیں مانتی ! اگر قوم کا لیڈر آواز بلند کرتا ہے اپنی قوم کے لیے تو خود قوم ہی میں اُس کا مضحکہ اُڑانے کو تیار ہوجاتے ہیں ! ! !

حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو پہلے ہی روز بتادیا تھا کہ تم میں سے ہرگز اُس وقت تک کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے ! کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں ! اللہ تعالیٰ اُسی بندے کی مدد کرے گا قرآنِ حکیم نے زور دیا ہے کہ خدا کی رسی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو !

---

[1] سُورہ آلِ عمران : ۱۰۵

لیکن یہاں کیا ہورہا ہے ؟ ایک دوسرے کی آبرو کے درپے ہے ! ہر شخص اپنی غرض اور اپنے ہی مفاد کا بندہ بنا ہوا ہے ! بدگوئی اور تحقیر مسلم عام ہے ! کتنی جماعتیں بنی ہوئی ہیں پھران تمام جماعتوں میں بھی باہم افتراق ہے ! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی پگڑی اُچھالنے کے لیے تہیہ کیے ہوئے ہے کسی کو خدا کا خوف نہیں (کسی ہندو جلسہ میں کسی ہندو لیڈر کی تحقیر نہ کی جائے گی، لیکن مسلم جرائد میں غیر ممکن ہے کہ کسی لیڈر کے خلاف زہر چکانی نہ ہو ! یہاں جب کوئی جلسہ ہوگا تو پہلے کسی مسلم لیڈر کے خلاف برسیں گے) ! ! !

کبھی مسلمان کی شان ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ﴾ تھی لیکن اب تو ہم کیا، دنیا دیکھ رہی ہے کہ بالخصوص مسلمان رُحَمَآءُ عَلَی الْکُفَّارِ وَاَشِدَّآءُ بَیْنَھُمْ بن کر رہ گئے ہیں ! یاد رکھیے زمانہ بے حد نازک ہے حالات بڑی نزاکت اختیار کر چکے ہیں !

اُخوتِ مسلمین کا شاندار نظام :

قرآنِ کے نزول سے پیشر انسانیت صد ہزار مصائب میں مبتلا تھی اور رنگ ونسل، خاندان ودولت کے بے شمار اِختلافات موجود تھے ! قرآنِ حکیم نے بالکل نئی اور جدید قوم پیدا کی جس کی بنیادیں توحید ورسالت کی اساس پر اُستوار کیں اور اس کا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قرار دیا ! اس اسلامی قومیت میں ہر قوم اور ہر مذہب کا آدمی شامل ہوسکتا ہے اس کے اندر بہت سی خوبیاں اور دلفریبیاں ہیں ! اس پوری قوم کا ایک خدا، ایک رسول، ایک کلمہ اور ایک ہی کعبہ ہے ! اس میں شامل شاہ و گداء، آقا وغلام، حاکم ومحکوم سب بھائی بھائی بن جاتے ہیں، باہم شادیاں ہوسکتی ہیں، ایک دوسرے کی جان و مال اور آبرو کا تحفظ فرض اور اُس پر حملہ حرام ہے ! اور اقوام کی طرح اس میں رنگ ونسل اور دولت کے مدراج کے اعتبار سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوتا ! یہاں امتیار ہوتا ہے تو وہ عمل و اِتقاء کا امتیاز ہوتا ہے جو جس درجہ متقی ہوتا ہے اُسی قدر اُس کی عزت ہوتی ہے ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾ اس میں شامل ہو کر غلام بھی آقائی و اِمامت کر سکتے ہیں اور تختِ شاہی تک پہنچ سکتے ہیں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک حبشی زادہ نے زندگی غلامی کی آغوش میں بسر کی ! اسلام میں بھی کوئی دولت پاس نہ تھی ، اولاد بھی زیادہ نہ تھی ، عام طور سے ایک بہت معمولی انسان تھے، کسی قبیلہ اور خاندان کی پشت پناہی بھی حاصل نہ تھی ، اس کے باوجود عمل و اِتقاء کی وجہ سے یہ عالم تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور عظیم الصولت خلیفہ اِنہیں آقا کہہ کر پکارتے رہے ! تمام مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بنے رہے ! ! !

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے، رُومی تھے، غریب آدمی تھے، لوہاری پیشہ تھا، کوئی عزت نہ تھی ، اسلامی برادری میں شامل کیا ہوئے دُنیا بدل گئی ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوتے ہیں، بڑے بڑے صحابہ موجود ہیں لیکن مسلمانوں کی امامت کے لیے نامزد ہوتے ہیں، کون ؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ! بعد کی صدیوں میں اسلامی غلاموں نے عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں اور نہایت طن طنہ و دینداری کے ساتھ فرمانروائی کی ! چونکہ دینِ اسلام میں ہر طبقہ اور ہر پیشہ و درجہ کے انسان شامل ہو سکتے تھے، شرافت و ذلت کی کوئی پابندی نہ تھی ! اس لیے کسی کے حسب پر طعن، کسی کے پیشہ پر تشنیع اور کسی کی تحقیر حرام قرار دی گئی ! یہ ضرور ہے کہ اُونچے اور بلند خاندانوں میں نمایاں طور پر شریفانہ خصائل فطری ہوتے ہیں اور ادنیٰ خاندانوں کے افراد میں خاندانی کمزوریاں پائی جاتی ہیں ! یہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا ! لیکن اسلامی قومیت کے تو اُصول ہی نرالے ہیں اس میں شامل ہو کر اِنسان اپنی مرضی، اپنے طریق اور اپنی رسوم کا تو پابند ہی نہ تھا یہاں تو قرآن کو اپنا دستور العمل بنانا پڑتا تھا، ہر قدم قرآن کی روشنی میں اُٹھانا پڑتا تھا، اس طرح خاندانی رذائل کسی میں باقی ہی نہ رہتے تھے ! ! !

ادنیٰ خاندانوں میں بالعموم تنگدلی، بدتمیزی اور سفلہ پن پایا جاتا ہے ! گالیاں بکتے ہیں، زبان ٹھیک نہیں ہوتی، صفائی کا کوئی معیار نہیں ہوتا، گفتگو کے آداب نہیں جانتے، نشست و برخاست کے آئین سے ناواقف ہوتے ہیں، مروّت نہیں پائی جاتی ! ''اسلام'' عیسائیت، ہندوئیت اور دیگر مذاہب کی طرح چند اصول وعقائد کا مجموعہ تو ہے نہیں، قرآن تو پورا ضابطۂ حیات ہے، اگرچہ یہ مختصر اور اصولی کتاب ہے مگر انتہائی حد تک جامع ہے اس میں سب وشتم اور گالی گلوچ حرام ہے ! ! !

گفتگو کے آداب بھی بتادیے گئے ﴿ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴾ ﴿قُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ ﴿ قَوْلًا کَرِیْمًا﴾ نشست و برخاست کے طریقے بھی یہی ہیں، تنگدلی اور بخل حرام ہے، صفائی اور پاکیزگی فرض ہے ! قرآن پر جو مسلمان بھی عمل کرے وہ کتنا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو، انتہائی مہذب بن سکتا ہے اس لیے کہ یہاں محاسن وآداب کی ترغیب اور حکم کے ساتھ ہی ان سے غفلت برتنے اور بدتمیزی سے کام لینے پر سخت سے سخت عذاب کی وعید موجود ہے !

اور آج مسلمانوں میں خدا کا خوف باقی نہیں رہا اس لیے ادنیٰ خاندانوں میں خاندانی عیوب باقی رہ جاتے ہیں اور ادنیٰ تو ادنیٰ اب تو بڑے خاندان بھی اس سے نہیں بچے ! اسلاف خدا کے خوف سے لرزتے رہتے تھے ! قرآن پر پورا عمل کرتے تھے اس لیے ان میں رذائل باقی نہیں رہتے تھے ! عربوں میں غلاموں سے بدتر اور کون سی مخلوق تھی اور غلاموں ہی پر کیا موقوف تھا، خود عرب کے بڑے بڑے خاندان بھی رذائل میں لتھڑے ہوئے تھے ! حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ غلام تھے، اصحابِ صفہ میں بھی انتہائی مفلس اور ادنیٰ درجہ کے افراد شامل تھے لیکن جب اسلامی برادری میں شامل ہوئے اور قرآن پر جو عمل کیا تو فرشتے بن گئے ! ! !

آج تمام صحابہ کرامؓ کی سیرتیں موجود ہیں، انہیں پڑھیے، عہدِ حاضر کا کوئی مہذب سے مہذب انسان بھی ان کے اخلاق کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا ! جو سیر چشمی، مروّت، پابندیٔ عہد، وضعداری، شرافتیں اور خوبیاں ان میں موجود تھیں جو دَرد و تقدس ان کے اندر موجود تھا وہ کسی اور میں کہاں ؟ قرآنِ حکیم آج بھی موجود ہے، جب اور جو اِس پر عمل کرے گا فائدے میں رہے گا ! ! !

مصالحتِ مسلمین اور قرآن :

یہ قومیت آج تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی ! قرآنِ پاک نے بتایا تھا

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

''مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں ! اگر اتفاق سے ان میں کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو صلح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاتے رہو''

افسوس یہ ہے کہ اس دیس میں پہنچ کر مسلمان برادرانہ محبت ہی سے بیگانہ ہوگئے ! آج بھائی بھائی کہنے اور بتانے میں کوئی خاص کشش باقی نہیں رہی کہ مسلم بھائیوں میں اتفاق کم ہی نظر آتا ہے ! ! عرب جاہل تھے، بداعمال تھے، سب کچھ تھے مگر اُن کے نزدیک جو بھائی تھا وہ کوئی نہ تھا ! حقیقی بھائی تو ایک طرف رشتہ کے بھائیوں کو بھی انتہائی اہمیت دی جاتی تھی اور ایک بھائی دوسرے بھائی کے لیے ہمہ وقت کٹنے اور مرنے اور قربان ہونے کو تیار رہتا تھا اور اس سے عاشقانہ محبت رکھتا تھا ! کتنے ہی برے تھے مگر بھائیوں کو سب سے افضل سمجھتے تھے، سگے اور سوتیلے کی بھی عرب میں کوئی تخصیص نہ تھی کیونکہ یہ رشتہ اصولاً ہی بہت اہم ہے اور عربوں میں اسے بے حد اہمیت حاصل تھی، اس لیے قرآن نے انہیں بتایا کہ بھائی وہی نہیں جو باپ کے صلب یا ماں کے بطن سے ہو، تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور جو محبت وقربانی تم ایک حقیقی بھائی کے ساتھ کرتے ہو وہی ہر مسلمان کے ساتھ روا رکھو ! اور وہی حقوق سمجھو اور ان میں کوئی جھگڑا کبھی پیدا ہو جائے تو سب مل کر صلح کرا دیا کرو ! اس لیے کہ بھائی قوتِ بازو ہیں اور ان کی لڑائی اپنی لڑائی اور اُن کی کمزوری اپنی کمزوری ہے اور اسلامی ضعف ہے ! ! آیت کا اگلا ٹکڑا ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ﴾ واضح کر رہا ہے کہ اِس معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو ! اگر ایسا نہ کرو گے تو عتابِ ایزدی کا شکار ہو جاؤ گے، اگر صلح کرا دو گے جھگڑا مٹا دو گے تو تمہیں سب کو فلاح حاصل ہوگی ! کیونکہ اس طرح مسلمانوں میں افتراق کی لعنت پھیلنے نہ پائے گی ! ! !

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ آج صلح کرانے کا دستور ہی اُٹھ گیا ہے عداوتیں عام ہوگئی ہیں مسلمانوں میں باہم صلح کرا دینا تو درکنار، دو بھائیوں اور دو خاندانوں میں بھی کوئی مصلحت کی سعی نہیں کراتا ! مزید افسوس اس امر کا ہے کہ ضعفِ ایمانی کی بدولت مسلمانوں کو صلح کرانے کا احساس تک نہیں ہوتا، کوئی پروا بھی نہیں کرتا ! لڑنے والوں کی کدورت بڑھانے اور جلتی آگ پر تیل ڈالنے والے تو بہت ہیں اور ہزاروں مل جائیں گے، صلح کرانے والا کوئی نہ ہوگا !

غیر مسلموں میں اسلام کی یہ خُو موجود ہے ! اُن لوگوں میں اتفاق ہے، بھائی بھائی مل کر ہزاروں لاکھوں کا کاروبار کر رہے ہیں اور کبھی ان میں نفاق پیدا نہیں ہوتا ! خاندان کا خاندان مل کر رہتا ہے، ان کے بھائیوں اور خاندانوں میں افتراق بھی پیدا ہوتا ہے تو لوگ درمیان میں پڑ کر صلح کرا دیتے ہیں ! اور وہ یہ گوارا نہیں کرتے کہ دو بھائی یا دو خاندان لڑتے رہیں، مسلمان تو اسلامی تعلیم کو ترک کرتے جا رہے ہیں اور اغیار قرآنی تعلیم پر عامل ہیں ! باہمی محبت، باہمی تعاون، برادر نوازی، اتفاق اور تجارت کا شوق جو اِسلامی چیزیں تھیں سب اَغیار میں موجود ہیں اور وہ ان ہی پر کاربند ہو کر ترقی کر رہے ہیں اور عیشِ حیات اُٹھا رہے ہیں اور مسلمان انہیں چھوڑ کر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں ! وہ جب تک قرآن پر عمل شروع نہ کریں گے، کبھی ترقی نہ کر سکیں گے۔ (مطبوعہ ماہنامہ انوار مدینہ نومبر ۱۹۹۲ء)

بقیہ : رحمٰن کے خاص بندے

☆ اور مصنف بن اَبی شیبہ میں مغیث بن سمیؒ سے موقوفًا روایت ہے کہ ''جب جہنمی کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اُس سے کہا جائے گا کہ ''ٹھہرو ! ابھی تمہیں ایک تحفہ دیا جائے گا پھر اس کے سامنے زہریلے سانپوں کے زہر پر مشتمل ایک مشروب لایا جائے گا جس کے زہر کی شدت اس قدر زیادہ ہوگی کہ اُس کو منہ سے قریب کرتے ہی اس کا گوشت اور ہڈیاں تتر بتر ہو جائیں گی'' [۱]

اس لیے ہمیں اللہ کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور ہمیشہ اس کی فکر رہنی چاہیے کہ ہم اپنی بدعملی کی وجہ سے خدانخواستہ مستحق عذاب نہ ہو جائیں ! اللہ تعالیٰ ہر اُمتی کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں اور دنیا و آخرت میں عافیت سے مالا مال فرمائیں، آمین ! (جاری ہے)

---

[۱] مصنف ابن ابی شیبة کتاب ذکر النار رقم الحدیث ۳۴۱۱۲

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ کی سندِ حدیث

اہمیت اور تحقیق

﴿ مولانا محمد معاذ صاحب لاہوری، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ دارُالعلوم دیوبند کے اوّلین مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اُستاذ الحدیث ہونے کا شرف بھی رکھتے تھے، جو حضرات سندِ حدیث بیان کرنے کے دیوبندی مزاج سے واقف ہیں وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ سندِ حدیث بیان کرتے ہوئے مشائخ دیوبند اور فضلاءِ دیوبند کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان سے دورۂ حدیث کے اساتذہ کی تفصیل پوچھی جاتی ہے تو جواب میں صرف صدر مدرس کا نام لیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد ہیں، علامہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں یا حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہیں۔ اس جملے کا مطلب اکثر حضرات یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دیوبند میں صدر مدرس تمام کتب حدیث پڑھاتے تھے حالانکہ دارُالعلوم دیوبند میں یہ صورت تو پیش آئی کہ صدر مدرس کے پاس دورۂ حدیث کی تین یا چار کتب ہوں لیکن تمام کتب ایک ہی اُستاذ کے پاس ہوں یہ خلاف واقعہ ہے۔

اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے دارُالعلوم دیوبند میں ایک دو سال نہیں بلکہ قریباً پچیس سال حدیث شریف پڑھائی ہے آپ کے زیرِ درس کتبِ حدیث میں سنن نسائی، موطا امام مالک، موطا امام محمد، شرح معانی الآثار طحاوی اور مشکوۃ المصابیح کا نام کثرت سے ملتا ہے جبکہ ایک سال سنن ابی داؤد پڑھانے کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ درس کتبِ حدیث اس لحاظ سے اہمیت کی حامل ہیں کہ آپ کی زندگی اور بعد کے اَدوار میں بھی ان کتابوں کی دیوبندی سندوں میں مدارُ الاسناد آپ ہی ہیں ! ذیل میں ہم اپنی معلومات کی حد تک مندرجہ بالا کتب کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کب تک یہ کتب براہِ راست حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ درس رہیں اس کے علاوہ اُن مشہور فضلاء کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے دیوبند ہی میں حضرت مفتی صاحبؒ کی سند سے یہ کتب پڑھائیں

سُنن نسائی :

ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب نے سنن نسائی درج ذیل سالوں میں پڑھائی : ۱۳۲۳، ۱۳۲۵، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰ہجری اس سے آگے عموماً اُن حضرات نے سنن نسائی پڑھائی جو حضرت مفتی صاحب کے شاگرد ہیں، ذیل میں ان سالوں کی تفصیل پیش خدمت ہے جن میں مفتی صاحب کے تلامذہ نے سنن نسائی پڑھائی :

☆ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی : سن فراغت : ۱۳۲۵ھ
۱۳۳۷، ۱۳۳۸اور ۱۳۳۹ہجری میں سنن نسائی پڑھائی !

☆ حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی : سن فراغت : ۱۳۲۳ھ
۱۳۴۳، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲اور ۱۳۵۳ہجری میں سنن نسائی پڑھائی !

☆ حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی : سن فراغت : ۱۳۲۷ھ
۱۳۴۸ اور ۱۳۴۹ ہجری میں سنن نسائی پڑھائی !

☆ حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحب بجنوری : سن فراغت : ۱۳۳۰ھ
۱۳۵۴ھ سے ۱۳۶۰ھ تک مسلسل جبکہ ۱۳۶۱ھ کے ماسوا ۱۳۶۲ھ میں بھی سنن نسائی پڑھائی !

☆ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندی عثمانی : سن فراغت : ۱۳۲۹ھ
۱۳۶۳ اور ۱۳۶۴ ہجری میں سنن نسائی پڑھائی !

موطا امام مالک و موطا امام محمد :

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موطا امام مالک اور موطا امام محمد درج ذیل سالوں میں پڑھائیں :

۱۳۲۳ ، ۱۳۲۵ ، ۱۳۲۷ ، ۱۳۳۲ ، ۱۳۳۳ ، ۱۳۳۴ ، ۱۳۳۵ ، ۱۳۳۶ ، ۱۳۳۷ ہجری ۱۳۴۵ھ تک موطا امام مالک اور موطا امام محمد حضرت مفتی صاحب ہی کے پاس رہیں ! ۱۳۴۵ھ کے بعد آپ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل سورت تشریف لے گئے تھے !

حضرت مفتی صاحبؒ کی سند سے جن حضرات نے دارُالعلوم دیوبند میں موطا امام مالک اور موطا امام محمد پڑھائیں دریافت ریکارڈ کی موجودگی میں اس کی تفصیل یہ ہے :

☆ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ : سنِ فراغت : ۱۳۳۶ھ

۱۳۴۹ ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۵۲ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۵۳ھ میں موطا امام مالک و موطا امام محمد، ۱۳۵۴ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۵۵ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۵۶ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۵۷ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۵۹ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۶۰ھ موطا امام مالک

☆ حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب نافع گل کاکاخیلؒ : سنِ فراغت : ۱۳۴۰ھ

۱۳۵۵ھ میں موطا امام مالک، ۱۳۵۶ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۵۷ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۵۸ھ میں موطا امام مالک و موطا امام محمد، ۱۳۶۵ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۶۶ھ میں موطا امام مالک

☆ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ : سنِ فراغت : ۱۳۳۷ھ

۱۳۶۱ میں موطا امام مالک، ۱۳۶۷ میں موطا امام محمد، ۱۳۶۸ھ میں موطا امام مالک و موطا امام محمد

☆ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کیمل پوریؒ : سنِ فراغت : ۱۳۴۱ھ

۱۳۶۲ھ میں موطا امام محمد

☆ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ملتانیؒ : سنِ فراغت : ۱۳۴۲ھ

۱۳۶۵ھ میں موطا امام مالک و موطا امام محمد، ۱۳۶۶ھ میں موطا امام محمد

☆ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندیؒ : سنِ فراغت : ۱۳۳۷ھ

۱۳۶۱ھ میں موطا امام محمد، ۱۳۷۱ھ، ۱۳۷۳ھ اور ۱۳۷۷ھ میں موطا امام مالک

☆ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ : سنِ فراغت : ۱۳۳۷ھ

حضرتؒ نے ۱۳۸۰ھ میں موطا امام مالک و موطا امام محمد پڑھائی، ۱۳۸۲ھ میں موطا امام مالک پڑھائی، اس کے علاوہ دیگر سالوں میں بھی موطا امام مالک و موطا امام محمد پڑھائی ہیں !

شرح معانی الآثار طحاوی :

قبل اس کے کہ شرح معانی الآ ثار طحاوی شریف کی تفصیل ذکر کی جائے اس سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب کے زمانۂ طالب ِعلمی میں طحاوی شریف پڑھائی ہی نہیں جاتی تھی ! حضرت مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی مدظلہم کی تحقیق کے مطابق طحاوی شریف پہلی مرتبہ ۱۳۰۲ ہجری میں چھپی جبکہ مفتی صاحب کا طالب ِعلمی کا دور ۱۲۹۸ھ تک کا ہے !

حضرت مفتی صاحب نے طحاوی شریف دستیاب معلومات کے مطابق درج ذیل سالوں میں پڑھائی :

۱۳۲۳ ، ۱۳۲۷ ، ۱۳۳۲ھ سے لے کر ۱۳۴۰ھ تک مسلسل اور ۱۳۴۵ھ میں طحاوی شریف پڑھائی ، درمیان کے سالوں میں بھی طحاوی شریف کی تدریس ممکن ہے مگر اِس کی صراحت نہیں ملی

حضرت مفتی صاحب کے تلامذہ میں درج ذیل حضرات نے دارُالعلوم دیو بند میں طحاوی شریف پڑھائی :

☆ حضرت مولانا محمد رسول خان ہزاروی : سن ِفراغت : ۱۳۲۳ھ
۱۳۴۲ھ اور ۱۳۵۱ھ میں طحاوی شریف پڑھائی

☆ حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی : سن ِفراغت : ۱۳۲۷ھ
۱۳۴۹ھ،۱۳۵۲ھ،۱۳۵۳ھ،۱۳۶۷ھ،۱۳۶۸ھ میں طحاوی شریف پڑھائی

☆ حضرت مولانا سید عبدالحق نافع گل صاحب کاکاخیل : سن ِفراغت : ۱۳۴۰ھ
۱۳۵۵ھ،۱۳۶۲ھ میں (مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی رُخصت کے بعد) طحاوی شریف پڑھائی

☆ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب : سن ِفراغت : ۱۳۳۶ھ
۱۳۵۹ھ سے ۱۳۶۲ھ کے ربیع الاوّل تک مسلسل طحاوی شریف پڑھائی

☆ حضرت مولانا سید مبارک علی صاحب نگینوی : سن ِفراغت : ۱۳۲۵ھ
۱۳۷۲ھ اور ۱۳۷۵ھ میں طحاوی شریف پڑھائی

سُنن ابی داوٗد :

حضرت مفتی صاحبؒ کے تذکرے میں سنن ابی داؤد ایک ہی مرتبہ ۱۳۲۷ھ میں پڑھانا ملتا ہے اس جماعت میں حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ شامل تھے، حضرت علامہ بلیاویؒ نے بھی زندگی میں ایک مرتبہ ۱۳۴۷ھ کے سال میں ابوداؤد شریف پڑھائی ! اس سال ابوداؤ د شریف پڑھنے والوں میں حضرت مولانا فخرالحسن صاحب مراد آبادیؒ شامل تھے جنہوں نے دارُالعلوم دیوبند میں متعدد سال ابوداؤد شریف پڑھائی !

آمدم برسر مطلب :

مندرجہ بالا تفصیل کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی سند کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے، اگلا مرحلہ اس تحقیق کا ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے دارُالعلوم دیوبند میں کون کون سی کتب پڑھی ہیں، اس سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے زیادہ تر تاریخ دارُالعلوم دیوبند کی عبارت '' ۱۲۹۵ھ میں بخاری، مسلم اور شرح عقائد پڑھ کر دارُالعلوم سے فراغت حاصل کی '' سے استفادہ کیا ہے ۔اس کے علاوہ رجسٹر فضلاء میں اسی سال آپ کو دارُالعلوم دیوبند کا فاضل قرار دیا گیا ہے، اس عبارت سے بہت سے حضرات نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مفتی صاحبؒ کی فراغت ۱۲۹۵ھ ہی کی ہے اور آپ نے کتبِ حدیث میں سے صرف دو کتابیں ہی پڑھی ہیں ! !

اس سلسلے میں عرض ہے کہ دارُالعلوم دیوبند میں ڈیڑھ صدی تک کتب بندی رائج تھی نہ کہ درجہ بندی ! اُستاذ طالب علم کے مناسب حال کتب تجویز کردیتا یا طالب علم خود لکھ دیتا کہ اِس سال یہ یہ کتابیں پڑھنی ہیں، اس وجہ سے دیوبند کے قدیم طلبہ کتبِ حدیث دیگر کتبِ فنون کے ساتھ دو یا تین سالوں میں پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی (صدر مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی)، حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندی اور حضرت مولانا

مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہم اللہ کے تعلیمی ریکارڈ سے واضح ہے !

اب رہی بات یہ کہ طالبِ علم کا فضلاء کی لسٹ میں نام کب آئے گا ؟ تو جس سال بخاری شریف پڑھی ہوتی اُس سال فضلاء کی لسٹ میں نام آجاتا ! یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب ؒ کی تعلیمی کیفیت تاریخ دارُالعلوم دیو بند میں بھی ۱۲۹۵ھ تک ہی لکھی ہے۔ مفتی صاحب ؒ پر علی گڑھ سے ڈاکٹر یٹ کا مقالہ لکھا گیا اس میں بھی رُودادوں کی مدد سے سالِ مذکور تک ہی کی تعلیمی کیفیت لکھی ہے اور رجسٹر فضلاء ہی کی وجہ سے فتاوی دارُالعلوم، دارُالعلوم کی تاریخی شخصیات اور دیگر کتب کی روایت کہ ''مفتی صاحب ؒ کی فراغت ۱۲۹۸ھ ہے'' کو رَد کیا گیا ہے !

راقم الحروف کو یہ بات عجیب لگتی تھی کہ مفتی صاحب ؒ نے کتبِ حدیث دارُالعلوم دیو بند میں مکمل نہ پڑھی ہوں ! حضرت مدنی ؒ وغیرہ کی تعلیمی کیفیت دیکھی تو یہ یقین اور پختہ ہو گیا کہ رجسٹر فضلاء میں نام کی وجہ سے محققین نے بعد کے سالوں کو قابلِ تحقیق ہی نہ سمجھا، راقم اس تحقیق کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے ندوہ لائبریری مری روڈ حاضر ہوا، وہاں دارُالعلوم دیو بند کی اَسی سالہ رُودادیں موجود ہیں، لیکن یہ سفر انجام تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ لائبریری میں ۱۲۹۶ھ سے ۱۲۹۹ھ تک کی رُودادیں موجود نہیں تھیں !

اب معاملہ کا حل محافظ خانہ دارُالعلوم دیو بند ہی کے پاس تھا چنانچہ اُن سے بذریعہ ای میل رابطہ کیا گیا وہاں سے جو جواب آیا اُس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں :

☆ قدیم طلبہ دورۂ حدیث کی کتابیں متعدد سالوں میں پڑھتے تھے !

☆ حضرت مفتی صاحب ؒ نے طحاوی کے علاوہ تمام کتبِ حدیث دارُالعلوم دیو بند ہی میں پڑھی ہیں ! طحاوی اُس وقت تک مدارس میں آئی ہی نہیں تھی !

ذیل میں دارُالعلوم دیو بند سے ہوئی مکاتبت اور اُن کا جواب درج کیا جاتا ہے :

مکرمی ناظمِ تعلیمات صاحب زید شرفکم دارُالعلوم دیو بند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی تعلیمی کیفیت ۱۲۹۵ھ تک کی رُودادوں میں ملتی ہے، سالِ مذکور میں مفتی صاحبؒ نے کتبِ حدیث میں بخاری اور مسلم پڑھیں، دارُالعلوم کے قدیم طالب علم عموماً کتبِ حدیث دو یا تین سالوں میں مکمل کرتے تھے ! جس طرح حضرت مدنیؒ اور حضرت کشمیریؒ کے تذکروں میں صراحت ملتی ہے اور رجسٹر فضلاء میں نام اُس سال لکھا جاتا تھا جس سال بخاری پڑھی ہو !

معلوم یہ کرنا تھا کہ مفتی صاحبؒ نے حدیث کی بقیہ کتب ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور موطا امام محمد دیو بند میں پڑھیں یا نہیں ؟ ؟ ؟ پاکستان میں ایک لائبریری میں دیو بند کی رُودادیں موجود ہیں راقم سفر کر کے وہاں حاضر بھی ہوا مگر ۱۲۹۵ھ سے آگے ۱۲۹۶ھ، ۱۲۹۷ھ اور ۱۲۹۸ھ کی رُودادیں وہاں موجود نہیں ہیں ! جناب اگر کتبِ حدیث کی بابت یہ معلومات طالبِ علم کی انفرادی معلومات سے عنایت فرمادیں تو نوازش ہوگی۔ جناب کو اس جتن میں ڈالنے کی غرض سندِ حدیث ہے ! مفتی صاحبؒ کا شمار دارُالعلوم دیو بند کے کبار محدثین میں ہوتا ہے، عموماً سنن نسائی، موطا امام مالک اور موطا امام محمد مفتی صاحبؒ ہی سے متعلق رہتی تھیں، جناب اگر اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ مفتی صاحبؒ نے یہ کتب دیو بند میں ان ان سالوں میں پڑھی ہیں تو نوازش ہوگی

عرض گزار محمد معاذ لاہوری

(فاضل) جامعہ مدنیہ

کریم پارک لاہور پاکستان

اس عرضی کا دیوبند سے درج ذیل جواب دیا گیا :

حضرت والا زید مجدکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت ہے کہ منسلکہ درخواست میں مطلوب ممکنہ معلومات حسبِ ذیل ہیں ریکارڈ کے مطابق حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے حدیث شریف کی مندرجہ ذیل کتابیں درج ذیل سنین میں پڑھی ہیں :

۱۲۹۵ھ : بخاری شریف، مسلم شریف ۱۲۹۶ھ : ابوداؤد شریف

۱۲۹۷ھ : ابن ماجہ شریف، شمائلِ ترمذی شریف، نسائی شریف، ترمذی شریف، مسلم شریف، بخاری شریف ۱۲۹۸ھ : موطا امام مالک، موطا امام محمد

والسلام

عبدالسلام قاسمی محافظ خانہ دارُالعلوم دیوبند

۱۷؍ ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ/ ۱۷؍ جولائی ۲۰۲۲ء

اب رہی یہ بات کہ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث دارُالعلوم دیوبند میں کون کون ہیں ؟ اس سلسلے میں کوئی صراحت نہیں ملی البتہ مفتی صاحبؒ کے قریب ترین فاضل حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تھے جنہوں نے اپنے اساتذۂ حدیث صراحت سے لکھے تھے، مگر یہ تفصیل موجود نہیں تھی کہ کون سی کتاب کس سال پڑھی ؟ اس کے لیے ایک مرتبہ پھر دارُالعلوم دیوبند رابطہ کیا گیا، وہاں سے حضرت تھانویؒ کی تعلیمی تفصیل کے ساتھ ساتھ رُوداد ۱۲۹۵ھ سے اُس سال کے اسباق کا نقشہ بھی بھیجا گیا ! حضرت تھانویؒ کی دریافت معلومات اور ۱۲۹۵ھ کا نقشۂ اسباق حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ متعین کرنے میں معاون ثابت ہوا، حضرت تھانویؒ کی تعلیمی کیفیت سے متعلق دارُالعلوم دیوبند سے درج ذیل مکاتبت ہوئی :

مکرمی جناب ناظم صاحب محافظ خانہ دارُ العلوم دیو بند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب نے کچھ عرصہ قبل حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیو بندیؒ کی کتب حدیث کی تعلیمی تفصیل عنایت فرمائی تھی، فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء اس سے اگلا مرحلہ مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کی تحقیق کا تھا، اساتذہ کی تفصیل کو حضرت تھانویؒ کی بتائی ہوئی ترتیب پر قیاس کیا گیا تھا سنن نسائی اور ابن ماجہ کے علاوہ، عرضی کے ساتھ لف صفحہ راقم ہی کے مضمون کا ہے جس میں ہر کتاب کے ساتھ اُستاذ کا نام اور حاشیہ میں اس کا قریبی حوالہ پیش کیا گیا ہے، فی الوقت عرضی کا مقصد یہ ہے کہ جناب اگر رُودادوں کی مدد سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب پڑھنے کی تفصیلات مہیا فرما دیں تو ہمیں اساتذہ قیاس کرنے میں مزید شرح صدر ہو جائے گا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا سالِ فراغت فہرست فضلاء کے مطابق ۱۲۹۹ھ ہے ۱۳۰۰ھ کی رُوداد بندہ نے خود ملاحظہ کی تھی اس میں حضرت تھانویؒ کا تذکرہ نہیں ہے جبکہ ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸اور ۱۲۹۹ ہجری کی رُودادیں جس لائبریری میں بندہ رُودادیں دیکھنے جاتا ہے وہاں موجود نہیں ہیں !

عرض ہے کہ اِن رُودادوں میں سے حضرت تھانویؒ کی کتبِ حدیث کی تفصیلات عنایت فرما دیں یا اگر محافظ خانہ کے ریکارڈ میں مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کے اساتذہ مفصلاً لکھے ہوئے ہوں تو وہ تفصیل عنایت فرما دی جائے ! اُمید ہے جناب حسبِ سابق شفقت فرمائیں گے !

محتاجِ دعا محمد معاذ لاہوری عفی عنہ

(فاضل) جامعہ مدنیہ

کریم پارک لاہور پاکستان

اس عرضی کا جواب یہ آیا :

حضرت والا زید مجدکم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منسلکہ درخواست میں مطلوبہ معلومات کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ حدیث شریف کی کتب درج ذیل سالوں میں پڑھی ہیں :

۱۲۹۶ھ : شمائل ترمذی ۱۲۹۷ھ : ترمذی شریف ۱۲۹۸ھ : مسلم شریف

۱۲۹۹ھ : بخاری شریف، ابن ماجہ شریف، موطا امام محمد، ابوداؤد شریف، موطاامام مالک ، نسائی شریف

نوٹ : مذکورہ سنین کے اسباق کی تفصیلات دستیاب نہیں البتہ رُوداد دارُالعلوم ۱۲۹۵ھ میں اَساتذہ کرام کے اسباق کی تفصیلات درج ہیں، اس کا عکس ہمرشتہ ہے

والسلام

عبدالسلام قاسمی محافظ خانہ دارُالعلوم دیوبند

۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ/ ۲۷؍ نومبر ۲۰۲۲ء

ان وضاحتوں کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے کتبِ حدیث درج ذیل اساتذہ سے پڑھیں :

☆ صحیح بخاری : حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ [1]

☆ صحیح مسلم : حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ [2]

☆ جامع ترمذی، شمائلِ ترمذی : حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ [3]

☆ سنن ابی داؤد : حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ [4]

☆ موطاامام مالک : حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ

---

[1] رُوداد دارُالعلوم دیوبند ۱۲۹۵ھ ص۲ [2] رُوداد دارالعلوم دیوبند ۱۲۹۵ھ ص۲ [3] ماخوذ اَز احد عشر کوکبا

[4] ۱۲۹۵ھ اور ۱۲۹۹ھ کی رُودادوں میں سنن ابی داؤد، ملا محمود دیوبندیؒ ہی کے پاس لکھی ہے۔

☆ موطا امام محمد : حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ ۱؎

☆ سنن نسائی : حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ

☆ سنن ابن ماجہ : حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ ۲؎

☆ مشکوۃ شریف : شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ۳؎

اس تمام تفصیل کو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اِن کتابوں میں اُس سند کو بیان کیا جائے جو اصل قراء تی سند ہے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ .

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

۱؎ ۱۲۹۵ھ اور ۱۲۹۹ھ کی رُودادوں میں موطا امام مالک و موطا امام محمد ملا محمود دیوبندی رحمہ اللہ ہی کے پاس لکھی ہیں

۲؎ ندائے شاہی، شاہی نمبر ص ۳۰۶ پر رُوداد دارُالعلوم دیوبند کے حوالے سے نقل ہے: ''حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی (حج سے) واپسی کے بعد آپ (مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ) کو مدرس پنجم بنایا گیا اور اس عہدہ پر جمادی الاخرہ ۱۲۹۸ھ تک فائزرہ کر نسائی شریف، ابن ماجہ شریف وغیرہ کا درس دیا۔ ملخص رُوداد : ۱۲۹۴ھ تا ۱۲۹۸ھ)

۳؎ حیاتِ شیخ الہندؒ ص ۲۲ پر مرقوم ہے : ۱۲۹۳ھ میں آپ (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ) مشکوۃ شریف پڑھاتے تھے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

+92 - 333 - 4249302 +92 - 333 - 4249301

+92 - 335 - 4249302 +92 - 345 - 4036960

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دارالاقامہ (ہاسٹل)

+92 333 4249302
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org